قرآن کریم اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۲ شمارہ: ۲

صفر المظفر: ۱۴۴۰ھ - نومبر: ۲۰۱۸ء

قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے، زرِ سالانہ: ۴۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ "بینات" جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر "بینات": 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر

اکاؤنٹ نمبر: 7-397-101900 برانچ کوڈ: 0816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک

ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ
انڈیز وغیرہ: 35 امریکی ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا
وغیرہ: 27 امریکی ڈالر

بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147

فیکس: +92-21-34919531

Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر **مطبع:** ایجوکیشنل پریس **طابع:** فیروز زکی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

توہینِ رسالت قانون و مدارسِ دینیہ سے امتیازی سلوک کیوں؟!	۳	محمد اعجاز مصطفیٰ

مقالات و مضامین

اسلامی مملکت کی خصوصیات !	۱۴	محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
مکاتیب علامہ کوثریؒ... بنام... علامہ بنوریؒ (قسط: ۱۷)	۱۸	ترجمہ: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
پنجاب چیرٹی ایکٹ 2018ء ..... حکومتی حربہ!	۲۳	مولانا زبیر احمد صدیقی
احادیثِ مقدّسہ کا مُعطّر باغ! (کَشْفُ النِّقَاب)	۳۱	مولانا محمد عمیر
روایتِ ''حرزِ ابی دجانہؓ'' کی تحقیق	۳۵	مولانا محمد اللہ بن ولایت جان

یادِ رفتگاں

شیخ الحدیث صوفی محمد سرورؒ کی رحلت	۴۸	محمد اعجاز مصطفیٰ
سراپائے سعادت (حضرت مولانا سعید اللہؒ)	۵۴	مولانا طلحہ رحمانی

دار الافتاء

جلد کی پیوند کاری کا حکم!	۵۸	ادارہ

نقد و نظر

	۶۲	ادارہ

توہینِ رسالت قانون و مدارسِ دینیہ سے

امتیازی سلوک کیوں؟!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

مشہور کہاوت ہے کہ: ایک شخص ایک بستی کے پاس سے گزر رہا تھا، کتے اس کے پیچھے پڑ گئے، اس نے کتوں کو بھگانے کے لیے زمین سے پتھر اُٹھانے کی کوشش کی تو زمین کے یخ بستہ ہونے کی وجہ سے وہ شخص پتھر زمین سے اُٹھا نہ سکا، تو کہنے لگا کہ: بستی کے لوگ کتنے ظالم ہیں! کتوں کو چھوڑ رکھا ہے اور پتھروں کو باندھ رکھا ہے۔

کچھ یہی حال ہماری حکومتوں اور مقتدر طبقہ کا ہے۔ ایک طرف بے دین، دین دشمن و ملک دشمن عناصر کو کھلی چھٹی دینے کے علاوہ پرائیویٹ اسکول، این جی اوز کے ماتحت عصری اداروں کو مادر پدر آزادی ملی ہوئی ہے کہ وہ جو چاہیں من مانی کریں، جتنا چاہیں فیسیں بڑھائیں اور جو چاہے نصاب پڑھائیں اور جس طرح چاہیں ملکِ پاکستان کے نونہالوں کے ذہنوں کو ڈھالیں، ایسے ادارے اور عصری اسکول جو ملکِ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو کھوکھلا اور ملک کو نیم جان کررہے ہیں، ان کے تو تمام کرتوتوں سے صرفِ نظر اور دینی مدارس جو ملکِ عزیز کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی سالمیت اور استحکام کی ضمانت ہیں، ان کو جکڑنے اور ان کے خلاف شکنجہ کسنے کے لیے آئے دن بے جا قوانین کی

آڑ میں ان پر سختیاں کی جارہی ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر وائرل خبر ایک اسکول کے بارہ میں لکھی گئی ہے، ہم اس اسکول کا نام لیے بغیر جو کچھ اس میں ہورہا ہے اس کی نشان دہی کیے دیتے ہیں اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کو پڑھنے سے ایک عقل مند آدمی کے ہوش اُڑ جاتے ہیں اور سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ کیا یہ سب کچھ ہمارے ملک پاکستان میں ہورہا ہے اور اگر یہ ہورہا ہے تو ہمارے اربابِ اقتدار اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کے خلاف نوٹس کیوں نہیں لیتے ؟! اور اگر یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا تو اس کے نتائج کیا ہوں گے؟! لیجیے! آپ بھی اس مضمون کے (جو محترم جناب شاہد خان صاحب نے لکھا ہے) چیدہ چیدہ اقتباسات پڑھ لیجیے:

''کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی ''اسکول'' کسی ریاست کو شکست دے سکے؟! اس اسکول کا نام سب سے پہلے سوشل میڈیا پر تب گردش میں آیا جب وہاں موجود طالبات نے اپنے خون آلود پیڈز اور زیرجامے دیواروں پر چسپاں کر کے اپنی ''آزادی'' کا مظاہرہ کیا۔ پھر وہاں طلبہ و طالبات کی مخلوط ڈانس محفلوں کی تصاویر سوشل میڈیا کی زینت بنیں۔ پھر وہاں کے پڑھائے جانے والے نصابی کتب کے سکرین شاٹس شیئر ہوئیں، جن میں پاکستان کے ایسے نقشے تھے جہاں مقبوضہ اور آزاد کشمیر کے علاوہ گلگت، بلتستان کو بھی انڈیا کا حصہ دکھایا گیا تھا اور ان کتابوں میں ان کو ''انڈین سٹیٹس'' لکھا گیا تھا۔ اور یہ معاملہ کسی ایک کتاب تک محدود نہیں تھا، بلکہ تقریباً تمام کلاسز کی تمام کتابوں میں تھا، جن کے خلاف سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا حتیٰ کہ سپریم کورٹ کے احکامات بھی بے اثر ثابت ہوئے۔

اس اسکول کے خلاف سوشل میڈیا پر آواز اُٹھانے والے اس اسکول کے سابق ملازم .... کو اس قسم کے مواد کے خلاف آواز اُٹھانے پر زدوکوب کیا گیا اور قتل تک کی دھمکیاں ملیں۔ پاکستانی معاشرے میں سرائیت کرنے والے ان طلبہ کی اکثریت تقریباً لادین ہے۔ وہ ان تمام نظریات اور افکار کا تمسخر اُڑاتے نظر آتے ہیں، جن پر نہ صرف ہمارا معاشرہ کھڑا ہے، بلکہ جن کی بنیاد پر پاکستان بنایا گیا تھا۔ حد یہ ہے کہ ان طلبہ کی اکثریت کو اُردو سے بھی تقریباً نابلد رکھا جاتا ہے، جو اسلام کے بعد پاکستان کو جوڑے رکھنے والا دوسرا اہم ترین جز ہے۔

پاکستان کے اعلیٰ ترین طبقے سے تعلق رکھنے والے ان طلبہ کی اکثریت بڑی تیزی سے پاکستان میں اہم ترین پوزیشنیں سنبھال رہی ہے۔ اگر یہ اسکول اسی رفتار سے کام کرتا رہا تو آنے والے پانچ سے دس سالوں میں پاکستان ایک لبرل ریاست بن چکا ہوگا، جس کے بعد اس کے وجود کو پارہ پارہ ہونے

سے کوئی نہیں روک سکے گا۔مشہور زمانہ گرفتار شدہ ملعون ایاز نظامی کے الفاظ شاید آپ کو یاد ہوں کہ:

’’ہم نے تمہارے کالجز اور یونیورسٹیز میں اپنے سلیپرز سیلز (پروفیسرز اور لیکچررز) گھسا دیئے ہیں، جو تمہاری نئی نسل کے ان تمام نظریات کو تباہ و برباد کردیں گے جن پر تم لوگوں کا وجود کھڑا ہے۔ انہیں پاکستان کی نسبت پاکستان کے دشمن زیادہ سچے لگیں گے۔ وہ جرأتِ اظہار اور روشن خیالی کے زعم میں تمہاری پوری تاریخ رد کردیں گے۔ انہیں انڈیا فاتح اور تم مفتوح لگو گے۔ انہیں تمہارے دشمن ہیرو اور خود تم ولن نظر آؤ گے۔ انہیں نظریۂ پاکستان خرافات لگے گا۔ اسلامی نظام ایک دقیانوسی نعرہ لگے گا اور وہ تمہارے بزرگوں کو احمق جانیں گے۔ وہ تمہارے رسول پر بھی بدگمان ہوجائیں گے، حتیٰ کہ تمہارے خدا پر بھی شک کرنے لگیں گے۔‘‘

اس اسکول نے ’’تعلیم‘‘ کے عنوان سے پاکستان کے خلاف جو جنگ چھیڑ رکھی ہے، اس کو روکنے میں میڈیا اور سپریم کورٹ (بظاہر) دونوں ناکام نظر آرہے ہیں۔‘‘

https://web.facebook.com/beaconhousewaronpakistan/

....

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس ادارے کے بارہ میں ایسی اطلاعات کے بعد اس کو بند کردینا چاہیے تھا، جو دینِ اسلام اور ملکِ پاکستان کے خلاف کھلم کھلا بچوں کا ذہن بنارہا ہے اور اپنے نصاب میں ہندوستان کے موقف کی حمایت اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے احکامات کو پسِ پشت ڈال رہا ہے۔لیکن اے کاش! کہ ہماری حکومتوں کی طرف سے اس کے برخلاف دینی مدارس پر چڑھائی ہورہی ہے،صوبہ پنجاب میں مدارس کو کنٹرول بلکہ بند کرنے کے مترادف ان کے خلاف خاموشی سے چیرٹی ایکٹ کے نام سے قانون بنادیا گیا ہے جس کو ۲۸؍فروری ۲۰۱۸ء کو پنجاب کی صوبائی اسمبلی نے پاس کیا اور ۷؍مارچ ۲۰۱۸ء کو گورنر نے اس پر دستخط کرکے قانون کا حصہ بنادیا، جس سے یہ صاف صاف نظر آرہا ہے کہ اس سے مدارس کو بالکل ہی ختم کرنے کا منصوبہ بنالیا گیا ہے۔

انہی حالات کے پیشِ نظر ۲۹-۳۰؍اکتوبر کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلسِ عاملہ کا اجلاس وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ وفاق المدارس العربیہ ’’چیرٹی ایکٹ‘‘ کو یکسر مسترد کرتا ہے، اس کے خلاف ملک گیر مہم شروع کی جائے گی۔صوبوں، ڈویژنز اور اضلاع کی سطح پر کنونشن منعقد کیے جائیں

گے۔اور یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ وفاق المدارس کو ’’ایگزامنر یونیورسٹی‘‘ یا ’’خودمختار تعلیمی وامتحانی بورڈ‘‘ کا درجہ دیا جائے۔ دینی مدارس کی رجسٹریشن اور دیگر تمام اُمور کو وزارتِ تعلیم کے سپرد کیا جائے۔ قربانی کی کھالیں جمع کرنے پر پابندی، این.او.سی کی شرط اور کھالیں جمع کرنے کی پاداش میں دینی مدارس کے ذمہ داران کو سنائی جانے والی سزاؤں، جرمانے اور دیگر اقدامات کے خلاف وفاق المدارس کا عدالت سے رجوع کا فیصلہ۔ میٹرک تک یکساں نصابِ تعلیم نافذ کرنے، چھٹی جماعت تک ناظرہ قرآن کریم اور انٹرمیڈیٹ (بارہویں) تک ترجمۂ قرآن کریم مکمل کرنے کے قانون پر عملدرآمد کیا جائے۔کوائف طلبی کے نام پر مدارس کو ہراساں کرنے کا سلسلہ فی الفور بند کیا جائے۔ دینی مدارس کے نمائندہ وفاقوں کو اعتماد میں لیے بغیر کوئی بھی یک طرفہ فیصلہ قبول نہیں ہوگا۔عربی زبان کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور سپریم کورٹ اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرے۔ نیز اُردو زبان کو حقیقی معنوں میں قومی زبان کا درجہ دے کر ذریعۂ تعلیم بنایا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ وفاق المدارس العربیہ کی مجلسِ عاملہ نے حکومت سے مذاکرات کے لیے گیارہ رکنی کمیٹی کا اعلان بھی کیا، جن کے نام یہ ہیں:

۱:-حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، صدرِ وفاق، ۲:-حضرت مولانا انوار الحق صاحب، نائب صدر وفاق، ۳:-حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، نائب صدر وفاق، ۴:-حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب، ناظمِ اعلیٰ وفاق، ۵:-حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، ۶:-حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب، ۷:-حضرت مولانا صلاح الدین صاحب، ۸:-حضرت مولانا سعید یوسف صاحب، ۹:-حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب، ۱۰:-حضرت مولانا فیض محمد صاحب، ۱۱:-حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب۔

اس کے علاوہ عصری اسکولوں کے نظامِ تعلیم میں آئینِ پاکستان کے تقاضوں کے مطابق اسلامی علوم کو شامل کروانے اور تعلیمی اداروں کو بیرونی ایجنڈے پر کام کرنے والی این جی اوز کے سپرد کرنے سمیت دیگر اُمور کی نگرانی کے لیے ایک مانیٹرنگ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی، جس کے ارکان یہ ہوں گے:

۱:- مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب، ۲:- مولانا امداد اللہ یوسف زئی صاحب، ۳:-مولانا حسین احمد صاحب، ۴:-مولانا قاضی عبدالرشید صاحب، ۵:-مولانا سعید خان اسکندر صاحب، ۶:-مولانا سعید یوسف صاحب۔

اس کے ساتھ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحان منعقدہ

۱۴۳۹ھ میں پوزیشن لینے والے طلبہ وطالبات کے اعزاز میں آزاد کشمیر، گلگت، بلتستان اور چاروں صوبوں سمیت اسلام آباد میں تقریبات منعقد کی جائیں گی۔

ہوتا یہ ہے کہ حکومتیں بظاہر مدارس اصلاحات کا نام لیتی ہیں، مدارس کی قربانیوں اور خدمات کا اعتراف بھی کرتی ہیں، ان کے لیے کچھ کرگزرنے کا اعلان بھی ہوتا ہے، لیکن یہ سب کچھ ہماری دانست میں درحقیقت اُن کو جال میں پھانسنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے اور یہ صدر جنرل ایوب خان کے زمانہ سے ہورہا ہے اور یہ تمام تر بیرونی ایجنڈے کے ایما پر ہوتا ہے، جوآج تک تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ پرویز مشرف نے بھی مدارس کے کردار کو سراہا کہ مدارس پاکستان میں بڑی این جی اوز ہے جو دس لاکھ طلبہ کے کھانے کا انتظام کرتی ہے، لیکن سب سے زیادہ مدارس پر پابندیاں اس کے دور میں لگیں، علماء کرام کی شہادتیں سب سے زیادہ اس کے دور میں ہوئیں۔

حال ہی میں محترم جناب وزیراعظم عمران خان صاحب نے بھی مدارس کے بارہ میں کچھ کرگزرنے کا ارادہ کیا ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنے کئی بیانوں میں اس کا اظہار بھی کیا، بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی بیرونی نامکمل ایجنڈے کی تکمیل کا تسلسل ہے۔ اللہ کرے ایسا نہ ہو۔ بہرحال انہوں نے اتحادِ تنظیماتِ مدارسِ دینیہ کو ۳؍ اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ کو وزیراعظم ہاؤس بلایا اور ان سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات تقریباً ایک گھنٹہ تک رہی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ جناب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے درج ذیل پندرہ مطالبات وزیراعظم کے سامنے رکھے:

۱:- دینی مدارس وفاقی ادارے ہیں، اُن کا نیٹ ورک آزاد کشمیر، گلگت، بلتستان سمیت پورے ملک میں ہے، لہٰذا اُن کے جملہ معاملات کو حکومت کی طرف سے وفاقی سطح پر ڈیل کیا جائے۔

۲:- دینی مدارس چونکہ تعلیمی ادارے ہیں، اس لیے ان کے جملہ اُمور وزارتِ تعلیم کے متعلق ہونے چاہئیں۔

۳:- ملک بھر میں ایک نظام اور ایک طریقہ کار کے مطابق رجسٹریشن کروائی جائے، جس طرح ملک کے دیگر تعلیمی اداروں کو رجسٹرڈ کیا جاتا ہے، ویسے ہی مدارس کی بھی رجسٹریشن ہو، اس میں کوئی امتیازی شرائط یا پیچیدگیاں نہ ہوں۔

۴:- مدارس کے سال میں ایک مرتبہ کوائف جمع کیے جائیں۔ ایک ادارہ، کسی ایک ڈیٹا فارم کی بنیاد پر کوائف جمع کرے اور باقی جن اداروں کو دینی مدارس کے کوائف مطلوب ہوں، وہ اسی ادارہ سے لے لیں۔

۵:- دینی مدارس میں پڑھنے کے لیے آنے والے غیرملکی طلبہ کے ویزوں پر سے نہ صرف یہ کہ پابندی ختم کی جائے، بلکہ ان کو ویزوں کی فراہمی میں آسانیاں پیدا کی جائیں۔

۶:-قربانی کی کھالیں جمع کرنے والے اداروں کے افراد پر جو دہشت گردی مقدمات، ان کی گرفتاریاں اوران پر جرمانے عائد کیے گئے ہیں، ان کو فی الفور ختم کیا جائے۔

۷:-جن علمائے کرام اور مذہبی کارکنوں کے نام فورتھ شیڈول میں ڈالے گئے ہیں، ان کے نام فوری طور پر فورتھ شیڈول سے نکالے جائیں۔

۸:- دینی مدارس کے بینک اکاؤنٹ کھولنے پر غیراعلانیہ پابندی عائد کردی گئی ہے، اسے فی الفور ختم کیا جائے۔

۹:- مدارس ومساجد کو بجلی وگیس کے بلوں میں استثناء دیا جائے یا اُنہیں گھریلو صارفین کے ریٹ پر بل ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔

۱۰:- مدارس میں زیرِتعلیم طلبہ کی اسناد کو صحیح حیثیت دی جائے اوران کے ساتھ امتیازی رویہ بند کیا جائے۔

۱۱:- دینی مدارس اورعصری اسکولوں کے نصاب کو میٹرک تک ایک کیا جائے اور نہ صرف یہ کہ مدارس اوراسکولوں کا نصاب یکساں کیا جائے، بلکہ پاکستان سے طبقاتی تفریق ختم کردی جائے، اسی طرح اس حوالے سے تشکیل دی گئی ٹاسک فورس میں دینی مدارس اور علمائے کرام کو مزید نمائندگی دی جائے۔

۱۲:-عربی زبان کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے، کیونکہ یہ قرآن کریم، رسولِ کریم (ﷺ) اور جنت کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے دین کی زبان ہے اوراس حوالے سے سپریم کورٹ سے اپنے فیصلے پر نظرثانی کی درخواست کی جائے۔

۱۳:-گزشتہ دور میں جن حکومتوں نے چھٹی کلاس تک ناظرہ اور بارہویں تک مکمل ترجمۂ قرآن لازمی قرار دینے کی قانون سازی کرلی، قومی اسمبلی، سینیٹ اور پنجاب اسمبلی میں بل پاس ہوئے وہ اورجن صوبائی اسمبلیوں نے ابھی تک قانون سازی نہیں کی، ان سے اس سلسلہ میں قانون سازی کرائی جائے اوراس قانون پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے۔

۱۴:-اردو کو صحیح معنوں میں قومی زبان کا درجہ دیا جائے اور اردو کو ذریعۂ تعلیم قرار دیا جائے۔

۱۵:- جمعہ کی چھٹی بحال کی جائے۔

محترم وزیراعظم صاحب نے ان باتوں کوغور سے سنا اور مدارس کی خدمات کوخراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ: آپ حضرات ۳۵ ؍لاکھ بچوں کی تعلیم اور کفالت کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہیں، یہ آپ کی بڑی کنٹری بیوشن ہے اور یہ بھی کہا کہ: مدارس کو دہشت گردی سے منسلک کرنا ناانصافی ہے۔ مدارس کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس موقع پر وزیراعظم صاحب نے جناب شفقت محمود وزیرِتعلیم کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جو مدارس کی قیادت کے ساتھ جملہ حل طلب اُمور پر مذاکرات اور کام کرے گی۔ اور وفاقی وزیرِ مذہبی اُمور اُن کی معاونت کریں گے۔

....

نواز شریف کے گزشتہ دورِحکومت میں ''ختم نبوت'' سے متعلق حلف نامہ کوغیرمؤثر کرنے کی کوشش کی گئی، اس پر ان کو ناکامی ہوئی۔ اب نئے سرے سے اور ایک نئے انداز سے توہینِ رسالت قانون کوغیرمؤثر کرنے کی کوشش اس نئی حکومت نے شروع کردی ہے، جس کی خبر عام اخبارات نے تو چھاپنے کی زحمت گوارا نہیں کی، یا بزورِقوت ان کوخبر لگانے سے روکا گیا، صرف ایک اخبار روزنامہ ۹۲ نیوز نے ۲۰ستمبر ۲۰۱۸ء کو یہ خبر لگائی کہ: توہینِ رسالت کے مرتکب شخص اور جھوٹا الزام لگانے والے کو سزائے موت ہوگی۔ الیکٹرانک کرائمنز ترمیمی بل سینیٹ میں پیش، سوشل میڈیا پر قرآن پاک کی بے حرمتی پر عمرقید، مذہبی شخصیات کی توہین پر ۳؍سال، فحش مواد تیار کرنے پر ۴؍سال سزا ہوگی۔ قادیانی گروپ کوخود کو مسلمان کہنے، عقیدے کی تبلیغ پر ۳؍سال قید و جرمانہ ہوگا۔ سماعت گریڈ ۱۸؍کا افسر کرے گا۔ بل غور کے لیے کمیٹی کے سپرد، اس کی تفصیلات درج ذیل خبر میں ملاحظہ فرمائیں:

''اسلام آباد (وقائع نگار خصوصی، نامہ نگار، آئی این پی) سینیٹ میں الیکٹرانک کرائمنز کی ممانعت (ترمیمی) بل ۲۰۱۸ء پیش کردیا گیا۔ بل کے تحت سوشل میڈیا پر قرآن پاک کے نسخے کی بے حرمتی کرنے والے کو عمرقید، توہینِ رسالت کے مرتکب شخص اور توہینِ رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کو سزائے موت، مذہبی شخصیات کے بارے میں توہین آمیز بیانات کے استعمال پر تین سال قید کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ بل میں قادیانی گروپ کے لوگوں کو خود کو مسلمان کہنے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے پر تین سال تک کی قید اور جرمانہ بھی کیا جائے گا۔ بل میں سوشل میڈیا پر فحش مواد تیار کرکے ڈالنے پر ۴؍سال تک قید اور ۳۰ لاکھ روپے جرمانہ، فحش مواد کو کسی بھی قانونی جواز کے بغیر کسی کو بھی تقسیم پر ۳؍سال تک قید اور ۲۰ لاکھ روپے جرمانہ ہوسکے گا۔ سینیٹ میں بل وزیرِمملکت خزانہ حماد اظہر نے پیش کیا۔ بل

کے مطابق کسی بھی طبقے کے مذہبی احساسات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے اس کے مذہب کی یا مذہبی عقائد کے توہین آمیز مواد کو پھیلانے پر ۱۰ سال تک کسی بھی نوعیت کی سزائے قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی ۔قرآن پاک کے نسخے کی بے حرمتی کرنے والے کو عمر قید کی سزا دی جائے گی ۔توہینِ رسالت کے مرتکب شخص کو سزائے موت دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جاسکے گا ۔ مذہبی شخصیات کے بارے میں توہین آمیز بیانات کے استعمال پر تین سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی ۔بعض مذہبی شخصیات یا زیارت گاہوں کے لیے مخصوص صفات ،توضیحات اور عنوانات وغیرہ کے غلط استعمال پر تین سال تک سزائے قید دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جائے گا ۔ قادیانی گروپ وغیرہ کے شخص کی طرف سے اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے پر تین سال تک سزائے قید دی جائے گی اور جرمانہ بھی کیا جائے گا ۔ بل میں توہینِ رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کو سزائے موت دینے کی تجویز دی گئی ہے ۔توہینِ رسالت سے متعلق مقدمے کی سماعت گریڈ ۱۸ کا افسر کرے گا ۔ بل میں سوشل میڈیا پر فحش مواد تیار کرتا ہے یا فروخت کرتا ہے، اس کو ۴ سال تک کی پابندِ سلاسل اور ۳۰ لاکھ روپے جرمانہ ہو سکے گا ۔اسی طرح فحش مواد کو کسی بھی قانونی جواز کے بغیر کسی کو بھی تقسیم کرتا ہے تو جرم کا قصوروار ہوگا اور اسے ۳ سال تک قید اور ۲۰ لاکھ روپے جرمانہ ہوسکے گا ۔ پریزائڈنگ آفیسر سینیٹر ستارہ ایاز نے بل کو مزید غور و خوض کے لیے متعلقہ قائمہ کمیٹی کو بھجوادیا ۔‘‘ (روزنامہ ۹۲ نیوز، ۲۰ ستمبر ۲۰۱۸ء)

اس خبر کے عام ہونے پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے ایک وفد نے بل کے محرک وزیر مملکت برائے خزانہ جناب حماد اظہر سے ملاقات کی تو انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ یہ بل سینیٹ سے واپس لے لیا جائے گا ،لیکن آج کی خبر ہے کہ وہ بل جس کمیٹی کے سپرد کیا گیا تھا، اس پر غور و خوض کے لیے اجلاس بلایا گیا، جس سے سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام اور سینیٹر فدا محمد خان صاحب نے احتجاجاً واک آؤٹ کیا، اس کی تفصیل اس خبر میں ملاحظہ فرمائیں :

’’اسلام آباد (مانیٹرنگ ڈیسک) جمعیت علمائے اسلام نے توہینِ رسالت کا جھوٹا الزام لگانے پر مجوزہ سزائے موت ختم کرنے کا مطالبہ کردیا ۔مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا ہے کہ بند کمروں میں بیٹھ کر توہینِ رسالت قانون میں ترمیم کی اجازت نہیں دیں گے ۔ پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں سینیٹر روبینہ خالد کی زیرِ صدارت قائمہ کمیٹی برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اجلاس میں توہینِ رسالت قانون کا ترمیمی بل سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انفارمیشن ٹیکنالوجی میں پیش ہوا، جے یو آئی کے سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری رکاوٹ بن گئے ۔ممبران کے واک آؤٹ پر اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے

ملتوی کردیا گیا۔ جے یو آئی (ف) کے رہنما مولانا عبدالغفور حیدری نے الیکٹرانک کرائمز ترمیمی بل میں ترمیم پیش کرتے ہوئے کہا کہ الیکٹرانک کرائمز بل کی شق نمبر ۲۷-جی کو حذف کیا جائے۔ اس شق کے مطابق توہینِ رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کو وہی سزا یعنی سزائے موت ہوگی جو اس جرم کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ شق ۲۷-جی پہلے سے موجود اُصول سے انحراف اور مقدمہ درج کروانے پر دباؤ ڈالنے کی کوشش ہے۔ بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے توہینِ رسالت قانون میں ترمیم لائی جارہی ہے۔ مولانا حیدری نے کہا کہ: ملک میں ہر دوسرا قانون غلط استعمال ہوتا ہے، وہاں تو کسی کو فکر لاحق نہیں ہوتی، لہٰذا ہم اس قانون میں تبدیلی نہیں کرنے دیں گے۔ اس سے قبل بھی اس قانون نے کئی جانیں لی ہیں، اس لیے اس قانون کو مت چھیڑا جائے، وگرنہ کسی بھی نقصان کے ذمہ دار یہ خود ہوں گے اور تنبیہ کی کہ اگر اس طرح کا کوئی بھی اقدام اُٹھایا گیا تو ہم بھرپور مزاحمت کریں گے۔ آئندہ کمیٹی کے اجلاس میں نہیں بیٹھوں گا۔ مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ توہینِ رسالت کے حوالے سے قوانین پہلے سے بنے ہوئے ہیں، میں اس قانون کو چھیڑنے کے حق میں نہیں، اس سے ملک میں افراتفری پھیلے گی۔ چیئرپرسن کمیٹی روبینہ خالد نے کہا کہ جھوٹی گواہی دینے پر قذف کا قانون موجود ہے۔ جھوٹے الزامات کی سزا سخت نہ ہو، لیکن سزا ضرور ہونی چاہیے۔ سینیٹر رحمان ملک نے کہا کہ: امریکا اور یورپ ہمارے مذہب کو توہین کا نشانہ بناتے ہیں، قانون میں یہ چیز ڈالیں کہ اگر بیرونِ ملک کوئی ہمارے نبی کی توہین کرے تو اس کو ہم یہاں طلب کریں، توہینِ رسالت کا الزام لگانے والے کے لیے سزا کے معاملے کو ان کیمرا اجلاس میں زیرِ بحث لایا جائے۔ مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ سلمان تاثیر کا قتل بہت غلط اقدام تھا، قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، تاہم بند کمروں میں بیٹھ کر توہینِ رسالت قانون میں ترمیم کی اجازت نہیں دیں گے۔ مولانا عبدالغفور حیدری اور تحریک انصاف کے سینیٹر فدا محمد کمیٹی کے اجلاس سے واک آؤٹ کرگئے، جس پر کمیٹی چیئرپرسن نے اجلاس کو غیرمعینہ مدت تک کے لیے ملتوی کردیا۔‘‘ (روزنامہ اُمت، راولپنڈی، ۱۱؍اکتوبر ۲۰۱۸ء)

اُدھر ۸؍اکتوبر ۲۰۱۸ء کو متحدہ مجلسِ عمل کے زیرِاہتمام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی صدارت میں قومی مشاورت کانفرنس‘ اسلام آباد میں منعقد ہوئی، جس میں متحدہ مجلسِ عمل کی پوری قیادت، اتحادِ تنظیماتِ مدارس کے نمائندگان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے علاوہ تقریباً تمام مذہبی جماعتوں کے نمائندے، شعبہ صحافت اور شعبہ تجارت سے متعلق حضرات بھی موجود تھے۔ اس کانفرنس کے اعلامیہ میں کہا گیا کہ:

۱:-ختم نبوت یا توہینِ رسالت قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی کی ہم حکومت کو اجازت نہیں دیں گے اور حکومتی پالیسی ساز شخصیات کے بیانات کی یہ اجلاس مذمت کرتا ہے۔

۲:- دینی مدارس کی اتحادِ تنظیمات مدارسِ دینیہ نے جو مطالبات حکومت کو پیش کیے ہیں، اس پر سب کا اتفاق ہے، ایک مہینہ تک ان کی منظوری کا ہم انتظار کریں گے اور اگر نہیں ہوا تو اگلے اقدامات بعد میں کیے جائیں گے۔

۳:-مقبوضہ کشمیر کے الیکشن کو وہاں کی عوام نے مسترد کیا ہے۔ یہ اجلاس ان کے عوامی فیصلے کی تائید کرتا ہے اور یہ کہ مقبوضہ کشمیر میں الیکشن استصوابِ رائے کا متبادل نہیں ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ کشمیریوں کو استصوابِ رائے کا حق دیا جائے۔

۴:- یہ اجلاس ہندوستان کی طرف سے دھمکی آمیز بیانات کی پرزور مذمت کرتا ہے اور حالیہ دنوں میں چارسو میزائلوں کی خریداری خطہ میں طاقت کے توازن کو بگاڑ سکتی ہے اور پاکستان کے لیے خطرہ کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ اجلاس اس پر تشویش کا اظہار کرتا ہے اور اس جیسے اقدامات کو روکنے کے لیے اقوام متحدہ سے مداخلت کا مطالبہ کرتا ہے۔

۵:- کشمیر اور فلسطین کی جدوجہدِ آزادی کی حمایت کا یہ اجلاس اعادہ کرتا ہے اور ان کی قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کی مکمل حمایت کرتا ہے۔

۶:- برما، شام، عراق، لیبیا میں عام بے گناہ لوگوں کے قتل عام کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ اور یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ بیرونی قوتیں افغانستان اور اسلامی دنیا سے فوری طور پر انخلاء کا اعلان کریں۔

....

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ اقتدار میں آکر اتنا بے حس کیوں ہو جاتے ہیں کہ ان کو محسنِ انسانیت، فخرِ رسل، شفیع المذنبین، خاتم الانبیاء، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت کی حفاظت کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کو مجروح کرنے کے راستے ڈھونڈتے اور بناتے ہیں۔ کیا دنیا میں کہیں ایسا قانون ہے کہ ایک مقتول کا وارث قاتل پر ایف آئی آر درج کرائے، یہ مقدمہ عدالتی مراحل سے گزرنے کے بعد شہادتوں کے سقم یا کسی بھی قانونی تقاضے کو پورا نہ کرسکنے یا کسی قسم کے شک کی بنا پر عدالت قتل کے ملزم کو بری کردے تو کیا اس ۳۰۲ کے مدعی کو سزائے موت سنادی جاتی ہے؟ پاکستانی عدالتوں میں کتنے کیس ایسے ہیں جن میں مدعی کی کمزوریوں یا قانونی مجبوریوں پر ملزم کو شک کا فائدہ

دے کر بری کر دیا جاتا ہے، حالانکہ مدعی سو فیصد سچا ہوتا ہے، تو کیا ایسے مظلوم مدعی کو پھانسی چڑھا دیا جائے؟ ٹھیک ہے ۳۰۲ کے قانون میں بھی یہی سزا تجویز کردو کہ مقتول کے ورثاء نے اگر اپنا دعویٰ ثابت نہ کیا تو قاتل کو معافی دی جائے گی اور قتل کا دعویٰ ثابت نہ کرنے پر مدعی کو پھانسی دے دی جائے گی، پھر دیکھنا دنیا تمہیں کیا کہتی ہے؟

اگر یہ قانون منظور ہوگیا تو ہر آدمی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور ممتاز قادریؒ کی طرح کہے گا کہ جب حکومتیں اور عدالتیں حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کی توہین کرنے والے موذیوں کو سزائیں نہیں دیتیں، بلکہ اُلٹا حضور اکرم ﷺ کی اہانت کرنے والے بدبختوں اور مجرمین کی تھانہ وعدالت کو اطلاع دینے پر خود مجھے پھانسی ہوسکتی ہے، تو کیوں نہ میں ایسے موذی کو خود ہی ٹھکانے لگاؤں اور پھر پھانسی پر چڑھ جاؤں، تو اس کا معنی یہ ہوا کہ لاقانونیت خود حکومت پھیلا رہی ہے اور معاشرہ کو قتل وقتال کی طرف خود حکومت دھکیل رہی ہے۔

ہم حکومت پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ آپ قادیانیت نوازی نہ کریں اور نہ ہی کسی بیرونی ایجنڈے پر عمل درآمد کریں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ کرکے حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔ آپ کی دنیا بھی بنے گی اور آخرت میں بھی سرخروئی نصیب ہوگی، ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کی عزت وناموس کا تحفظ کرنا جانتے ہیں، وہ اپنے کسی بندے سے کام لے لیں گے، لیکن آپ دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوں گے اور آخرت بھی آپ کی تباہ وبرباد ہوجائے گی۔ مرضی آپ کی ہے کہ آپ کس راہ کا انتخاب کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دینِ اسلام اور حضور اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا محافظ بنائے۔ ہمارے ملک پاکستان، اس کے تمام اداروں، علماء، طلبہ، دینی مدارس اور مساجد کی حفاظت فرمائے۔ پاکستان کو استحکام نصیب فرمائے، اس کی مالیاتی اور اقتصادی مشکلات کو دور فرماکر پاکستان کو ترقی اور خوشحالی نصیب فرمائے اور نظریۂ پاکستان کے مطابق اس ملک کو اسلامی نظام کی نعمت سے ہمکنار فرمائے اور جو لوگ اس کے لیے اپنے اپنے انداز اور طریقے سے جدوجہد کررہے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین

وصلّى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

اسلامی مملکت کی خصوصیات !

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اسلام اور اس سے صحیح فائدہ اُٹھانے کا راستہ

''اسلام'' حق تعالیٰ کی وہ آخری نعمت ہے جس سے دنیا کو سرفراز کیا گیا ہے۔ اس نعمتِ اسلام سے صحیح اور کامل فائدہ اسی وقت نصیب ہوتا ہے جب صحیح اسلامی حکومت دنیا میں قائم ہو اور اسلام کے احکام وقوانین جاری کرنے کے لیے اسلامی حکومت کی سرپرستی حاصل ہو۔ عہدِ نبوت میں بھی جب مدینہ طیبہ اسلامی مرکز بن گیا اور دارالاسلام وجود میں آگیا تب جا کر دینِ اسلام کی برکات کا ظہور ہونا شروع ہوا۔ غرض اسلام اور حکومتِ اسلام کا تعلق چولی دامن کا سا تعلق ہے، ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا۔ حکومتِ اسلامی ہی وہ عظیم الشان سرچشمۂ برکات ہے جس کی بدولت اسلام پر صحیح عمل کی توفیق میسر آتی ہے۔ حکومتِ اسلامی کے قیام کے بعد مسلمانوں کی جان و مال و آبرو کی حفاظت ہوجاتی ہے اور قلب کو سکون حاصل ہوجاتا ہے۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے اسلامی حدود وتعزیرات کے نافذ ہوجانے کے بعد پرسکون ماحول میسر آجاتا ہے۔ اسلامی حکومت کا حقیقی بیت المال قائم ہوجاتا ہے، جس کی بدولت کوئی یتیم' لاوارث، کوئی بیوہ، کوئی مسکین، کوئی فقیر' پریشان حال نہیں رہ سکتا، ان کی ہر قسم کی پریشانیوں اور تہی دستی وافلاس کا علاج ہوجاتا ہے۔ صحیح زکاۃ، صحیح عشر وخراج ادا کرنے کے بعد زمین کی پیداوار میں فوق العادۃ برکت ہونے لگتی ہے اور اس کے نتیجہ میں حقیقی اسلامی ہمدردی سے جمع شدہ اموال خرچ کرنے کی بنا پر مزید برکت نازل ہوتی ہے۔

اسلامی فتوحات کے بعد اسلامی مملکتوں کی تفصیلات تاریخوں میں پڑھ لیجئے، مصر وشام وعراق کی تاریخوں کی ورق گردانی سے یہ تمام حیرت افزا واقعات آپ کے سامنے آجائیں گے۔ کسی بھی

شوہر و بیوی کا قضیہ نا مرضیہ باقی نہیں رہ سکتا، اسلامی عدالت سے صحیح چارہ جوئی ہوتی ہے، اگر زوجین کے یا ان کے حکمین (ثالثوں کے) ذریعہ تصفیہ نہیں ہوسکتا تو پھر اسلامی حکومت مسلمان قاضی کے ذریعہ عدل وانصاف پر مبنی تصفیہ کرا دیتی ہے اور نزاع ختم ہوجاتا ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ اسی طرح ہر مجرم کو قرار واقعی سزامل جاتی ہے۔ اس عدالتی نظام کے زیرِ سایہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اطمینان کا سانس لیتی ہے، کسی مظلوم کی دادرسی میں نہ دیر لگتی ہے نہ غیر اسلامی عدالتی گورکھ دھندوں میں پریشان ہونا پڑتا ہے۔ معاشرے کی اصلاح ہوجاتی ہے، نہ کوئی شراب پیتا ہے، نہ شراب پینے کے بُرے نتائج پیش آتے ہیں، نہ زنا ہوتا ہے اور نہ اس کے نتیجہ میں قتل وغارت ہوتی ہے، نہ کوئی نائٹ کلب یعنی بدمعاشی کا اڈا یا چکلہ باقی رہتا ہے۔ چوری کی شرعی سزا، ہاتھ کاٹنے کے دو چار واقعات ہی امن وامان کی فضا پیدا کردیتے ہیں، نہ حفاظت کے لیے پہرہ داروں کی ضرورت باقی رہتی ہے، نہ جان و مال کی حفاظت کے لیے پولیس کی حاجت باقی رہتی ہے۔ حکومت کے خزانے پر جو حکومتی افسران وملازمین کی بے تحاشا تنخواہوں اور غیر سرکاری مصارف کا ناقابل برداشت بوجھ پڑتا ہے، سب ختم ہوجاتا ہے۔

سود کا کاروبار ختم ہونے کی وجہ سے قومی معیشت سے سرمایہ داری کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ بیمہ، قمار اور تمام سودی معاملات کے بند ہونے سے غیر معمولی اور غیر فطری طبقاتی تفاوت ختم ہوجاتا ہے۔ اگر دس پندرہ سال میں کسی مرحلہ پر دولت کی فراوانی پیدا ہوجاتی ہے تو بہت جلد شرعی وراثت کے قانون کے ذریعہ تقسیم دولت ہوکر خاندان کے افراد میں دولت منقسم ہوجاتی ہے اور معاشرے کے تمام افراد میں ایک گونہ مساوات قائم ہوجاتی ہے۔ سوشلزم اور اشتراکیت کے لیے راستہ بند ہوجاتا ہے اور جب اسلامی احکام کی پابندی کی برکت سے بندگانِ خدا کے قلوب کا تزکیہ اور اصلاح ہوجاتی ہے تو انفاق فی سبیل اللہ کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ دلوں میں رقت وہمدردی اور ترحّم ورأفت کے جذبات پیدا ہوجاتے ہیں، حتیٰ کہ کوئی صاحبِ ثروت کسی کو غریب ومحتاج دیکھ نہیں سکتا۔ الغرض اسی طرح غریبوں کے ساتھ ہمدردی واعانت کے جذبات' امیر وغریب کے درمیان محبت ومودّت کا ایک محکم رابطہ پیدا کردیتے ہیں۔

اسلامی حکومت کا سربراہ وحکمران

یہ تو اس صالح نظام کی وہ برکات ہیں جن سے تمام باشندگانِ مملکت بہرہ یاب ہوتے ہیں، لیکن اسی صالح نظام کو بدل وجان تسلیم کرنے کے بعد جو شخصیت اس خداوندی نظام کو ملک میں نافذ کراتی ہے وہی اسلامی حکمران ہے اور وہی ایسی اسلامی مملکت کا سربراہ ہوتا ہے۔ اسلامی اُصول پر انتخاب کے بعد تاحیات وہ سربراہ رہتا ہے، پانچ دس سال کا عرصہ نہیں، بلکہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے

اور صریح کفر کا صدور اس سے جب تک نہ ہو وہ معزول نہیں ہوسکتا۔ ایسا شخص صحیح معنی میں ’’ظل اللّٰہ‘‘ (اللہ تعالیٰ کا سایۂ رحمت) ہوتا ہے۔ اس کا منصبِ اسلام میں اتنا جلیل وعظیم ہوتا ہے کہ اللہ ورسول (ﷺ) کی اطاعت کے بعد اس کی اطاعت کا حکم ہوتا ہے، اس کی مخالفت و نافرمانی اللہ اور رسول (ﷺ) کی نافرمانی ہوتی ہے، گویا جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق ﷺ کے احکام کو نہ صرف تسلیم کرتا، بلکہ اس کی تعمیل بھی کرتا ہے اور ملک میں اس کی تنفیذ بھی کرتا ہے، اس کو اتنا عظیم المرتبت بنایا گیا ہے کہ تمام اُمت و رعیت پر اس کی اطاعت واجب ہوتی ہے، اس کو بڑے بڑے اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ درحقیقت اسلامی قانون اور اسلامی آئین کا تصور بلا اسلامی حکمران کے ناتمام رہتا ہے، اس لیے کہ اگر کسی وقت معاشرے کے افراد میں صحیح جذبۂ ہمدردی باقی نہیں رہتا اور معاشی نظام میں توازن قائم نہیں رہتا تو اسلامی حکمران ہی کی شخصیت ایسی ہوتی ہے کہ اس کو حق حاصل ہے کہ مداخلت کر کے توازن قائم کرے۔ اسلامی حکمران کے عادلانہ نظام کی یہ برکات ہوتی ہیں۔

اسلامی ممالک کی امتیازی خصوصیت

بہر حال اسلامی مملکت کی سب سے بڑی ممتاز خصوصیت ملک میں محاکمِ عدلیہ شرعیہ کا قیام اور اسلامی قانون کا اجراء ہے۔ کوئی مملکت بھی مسلمانوں کی اسلامی مملکت نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کے دستور و قانون کا تانا بانا اسلامی احکام شرعیہ سے نہ بُنا جائے۔ میں صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی مملکت کے قیام کا خیال ہی حقیقی اسلامی سربراہ کے بغیر بے معنی ہے، گویا شرعی نظام کا سنگِ بنیاد ہی سچے مسلمان اور عادل حکمران کی ذات ہے، کوئی بھی اصلاحی قدم بغیر اس کے نہیں اُٹھایا جاسکتا، نہ ہی کسی اور قسم کے حکمران کو رعایا کے جان و مال پر وہ اختیارات حاصل ہیں جو ایک صحیح معنی میں اسلامی حاکم کو حاصل ہیں۔

پاکستان کی سرزمین جب اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اور ایک ایسی خود مختار مملکت وجود میں آگئی ہے، جس کے باشندے اسّی فیصد آج بھی صحیح نظامِ اسلام کے آرزومند ہیں اور اُسے بے چون وچرا تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہیں تو آخر کس بات کا انتظار ہے؟ کیوں اسلامی قانون جاری نہیں کیا جاتا؟ اور آخر اس اسلامی دستور کا کیا نتیجہ ہوگا جس کا اول دن عہد کیا گیا تھا؟ خصوصاً اس ملک میں جب غیر اسلامی نظام کے تمام تجربے ناکام ہوچکے اور تمام دنیوی نظام جاری کرنے کے بعد بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا، بلکہ دن بدن قوم قعرِ مذلت میں گرتی جارہی ہے، دین بھی تباہ، دنیا بھی تباہ، اخلاق بھی برباد، ملک کا امن وامان بھی برباد، تو آخر ایک مرتبہ اسلامی قوانین جاری کر کے اسلامی نظام کو کیوں نہیں آزمایا جاتا؟ یاد رکھئے! اس ملک کا مزاج دینی ہے، عوام سچے اور پکے مسلمان ہیں، تمام باشندے حنفی

ہیں، مختصر سی ایک جماعت اہل حدیث حضرات کی ہوگی اور دو چار فیصد شیعہ حضرات ہوں گے، عبادات میں ہر شخص کو اپنے مسلک کی پیروی کرنے کی آزادی ہے۔ اسی طرح شخصی معاملات و شخصی قوانین بھی تمام مذاہب کے مرتب موجود ہیں۔ بنیادی عقائد اور عبادات و معاملات میں تمام اُمتِ اسلامیہ متفق ہے۔ اسلامی قانون بنا بنایا موجود ہے، صرف محاکم عدلیہ کے چلانے والے جج اور قاضی کو ان کا علم ہونا ضروری ہے۔ اگر اسلامی قانون کو جدید قانون سازی کی طرح مرتب کرنا ہی ضروری ہے تو چند ماہ سے زیادہ عرصہ اس کے لیے درکار نہیں، ایک بڑی راحت یہ ہے کہ اگر یہ اسلامی نظام نافذ کیا جائے تو روز بروز مارشل لاء نافذ کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ قوم کی آسودہ حالی اور خوش حالی نیز سکونِ قلب اور معاشرے کی پائیدار اصلاح بغیر اس کے ناممکن ہے۔ ہزار تدبیریں کی جائیں، اگر دلوں کی اصلاح نہیں ہوتی تو سب بے کار اور بے معنی ہے اور دلوں کی اصلاح کتاب وسنت کی ہدایات اور اسلامی عدلیہ کے بغیر ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ان واشگاف حقائق کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

’’بینات‘‘ (اردو/عربی) کے اجراء کا طریقہ

1:...جو حضرات دفتر ’’بینات‘‘ تشریف لا سکتے ہیں، وہ دفتر آ کر اپنا مکمل پتہ اور فون نمبر درج کرانے کے ساتھ ماہنامہ ’’بینات‘‘ اردو کے لیے مبلغ 400 روپے اور سہ ماہی ’’**البینات**‘‘ عربی کے لیے 100 روپے سالانہ فیس جمع کرائیں۔

2:...دور رہنے والے حضرات اپنے مکمل پتہ کے ساتھ مذکورہ فیس کا منی آرڈر دفتر ’’بینات‘‘ کے پتہ پر بھیجیں اور منی آرڈر کے آخر میں یہ وضاحت ضرور کریں کہ یہ رقم رسالہ ’’بینات‘‘ (اردو یا عربی) کے اجراء کے لیے ہے۔

3:...یا ’’بینات‘‘ کے بینک اکاؤنٹ میں مذکورہ فیس جمع کروا کر بینک سے ملنے والی رسید اسکین کر کے اپنے نام، مکمل پتہ اور فون نمبر کے ساتھ ’’بینات‘‘ کے ای میل ایڈریس پر میل کر دیں، یا بذریعہ ڈاک بھیج دیں۔ اکاؤنٹ نمبر: 7-397-101900 برانچ کوڈ: 0816 مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

نوٹ:... پرانے خریدار بھی مذکورہ طریقوں سے سالانہ فیس جمع کرا سکتے ہیں، مگر ان کے لیے اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضروری ہے (اردو اور عربی کی تعیین کے ساتھ)۔

مکاتیب علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ

...بنام...مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وترتیب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

(سترہویں قسط)

﴿ مکتوب:......۲۷ ﴾

جناب برادرِعزیز وبزرگ تر، مولانا، علامہ سید محمد یوسف بنوری **حفظہ اللّٰہ**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام! آپ کا والا نامہ کچھ عرصہ قبل موصول ہو چکا تھا، اس کے نور وعبقریت سے چھلکتے فیض نے مجھ میں نشاط پیدا کر دیا، اور میں نے اللہ عز وجل سے دعا کی کہ آپ کی نورانیت، عبقریت اور افادہ میں اضافہ فرمائے۔

میں نے مولانا ابوالوفاء (افغانی) کوکسی مناسبت سے خط لکھا تھا، اس میں آپ سے متعلق امر یہ تھا کہ ''**لمحات النظر فی سیرۃ الإمام زفرؒ**''، ''**إشارات المرام**'' اور (شیخ) ابوزہرہ کی ''**أبوحنیفۃ**'' کا ایک ایک نسخہ آپ کی سفر سے واپسی پر آنجناب کو پیش کر دیں، اس لیے کہ مجھے مجلسِ علمی کے کراچی منتقل ہونے کا علم ہوا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کے مکتوب کو بھی کافی تاخیر ہوئی، تو خیال ہوا کہ آپ سالانہ تعطیلات کی بنا پر سفر میں ہوں گے۔ مولانا ابوالوفاء کی جانب سے آنے والے خط سے علم ہوا کہ کتابیں اُنہیں اب تک موصول نہیں ہوئیں، اور آنجناب بھی ڈابھیل میں ہی تدریس میں مشغول ہیں۔ اس کے باوجود میں نے خط بھیجنے میں قدرے تاخیر کی، (خدانخواستہ) آپ سے بدلہ لینے کے لیے (ایسا) نہیں (کیا)، بلکہ اپنے ذمہ لگے کاموں کی تکمیل کی بنا پر (تاخیر ہوئی)، مثلاً: ''**العالم والمتعلم**''، ''**رسالۃ أبی حنیفۃؒ إلی البتّی**'' اور ''**الفقہ الأبسط**'' کی طباعت، اور پھر فوراً ہی ''**الحاوي فی سیرۃ الإمام الطحاوي**'' کی چھپائی، اور اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حتی الوسع ان سب کتابوں سے فراغت

حاصل ہوئی تو جلد موصول ہونے کی رغبت اور پچھلی تاخیر کی تلافی کی خاطر ہوائی ڈاک سے ’’**الحاوي**‘‘ اور ’’**مجموعة الرسائل**‘‘ کا ایک ایک نسخہ ارسال کیا ہے۔ یہ کام ہمہ تن ہوکر کیا ہے، اس لیے کہ صحت اور بینائی (کی کمزوری) کی بنا پر یہ اندیشہ تھا کہ کسی روز علمی کام کرنے سے عاجز نہ رہ جاؤں، (اس کام کی) توفیق پر اللہ کا شکر گزار ہوں۔ یہ ایک عاجزانہ کوشش ہے، کوتاہی پر معذور سمجھیے گا۔ نیز عام ڈاک سے بھی دونوں کتابوں کے چھ چھ نسخے بھیجے ہیں، انہیں حسبِ منشا صرف کر لیجیے گا۔ آپ کی مطلوب کتب کے حوالے سے اشارے کا منتظر ہوں۔ اگر مولانا میاں کو دونوں کتابوں کا ایک ایک نسخہ بھیج سکیں تو بہتر ہوگا۔ ان کے نمایاں وقابلِ قدر احسانات ہمیشہ سے (جاری وساری) ہیں، اور ان شاء اللہ! عنقریب آپ کی گراں قدر معاونت سے ان کے ہاتھوں علمی ترقی ہوگی، اور یہ کام اللہ کے لیے دشوار نہیں۔

میں نے شیخ رضوان کی ’’**فهارس البخاري**‘‘ کا ایک نسخہ آپ کے نام ’’**بيت الحمد**‘‘ اور ’’مجلسِ علمی کراچی‘‘ میں ارسال کیا تھا، اور ایک اور نسخہ مفتیِ کراچی مولانا محمد شفیع دیوبندی (۱) کے نام بھیجا تھا۔ شیخ رضوان نے از خود بھی مولانا عثمانی کو وہاں کی جمعیتِ تاسیسی کے رکن کے نام ایک نسخہ ارسال کیا ہے، معلوم نہیں اس کا کیا انجام ہوا؟! اگر ہمیں وہاں کا کوئی درست پتہ معلوم ہو جاتا تو اچھا تھا۔

اب تنگ دامنی کی بنا پر خاموشی اختیار کر لیتا ہوں، تمام احباب کو میرا سلام۔

آپ کا بھائی: محمد زاہد کوثری

۳۰ر رمضان، سنہ ۱۳۶۸ھ

پس نوشت: آپ کا قیمتی ہدیہ (۲) موصول ہوگیا، بار بار شکریہ، بابرکت دعاؤں کی اُمید کے ساتھ آپ کو عید مبارک۔

حواشی

۱:- مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ: پاک وہند کے کبار فقہاء میں شمار کیے جانے والے اپنے دور کے مفتی اعظم پاکستان، ۱۳۱۴ھ میں اس جہانِ رنگ وبو میں آنکھ کھولی، سلسلۂ نسب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، (یہ عثمانی خاندان بقعۂ علم ونور قصبہ دیوبند کا باسی تھا اور مفتی صاحب کے والدِ محترم مولانا محمد یٰسین رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے استاذ تھے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء سے انتہاء تک دارالعلوم دیوبند میں ہی تعلیم حاصل کی، اور ۱۳۳۵ھ میں رسمی طالب علمی سے فراغت حاصل کی، اور اسی سال اپنی مادرِ علمی میں ہی تدریس کا آغاز کیا)، ۱۳۵۰ھ میں دیوبند میں مفتی کے منصب پر فائز ہوئے اور ۱۳۶۲ھ تک اسی عہدے پر رہے، تقسیمِ ہند کے بعد ۱۳۶۷ھ میں پاکستان منتقل ہوئے، اور ۱۳۷۰ھ میں نانک واڑہ کراچی میں ایک دینی ادارے کی بنیاد ڈالی، جو بعد ازاں کورنگی میں منتقل ہوا اور آج یہی ادارہ ایک تناور درخت کی

صورت میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے نام سے جانا جاتا ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تادمِ واپسیں تدریس وافتاء کی خدمات میں مشغول رہے، ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں راہیِ سفرِ آخرت ہوئے۔

مفصل حالات کے لیے ملاحظہ کیجیے: ماہنامہ ''البلاغ'' کا مفتی اعظم نمبر، ''العناقيد الغالية'' مولانا عاشق الٰہی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (ص:۷۷-۷۹) وغیرہ۔

۲:-آئندہ خط سے معلوم ہوگا کہ یہ ہدیہ جس پر علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قدر مسرت کا اظہار کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''التاريخ الكبير'' (دونوں قسمیں) تھا۔

مکتوب:......۲۸

جناب استاذِ بزرگوار، محققِ یگانہ، سید محمد یوسف بنوری حفظه الله ورعاه

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام! آپ کا آخری گرامی نامہ رمضان المبارک کے آخر میں موصول ہوا، اس سے قبل آپ کا گراں قدر ہدیہ ''تاريخ البخاري'' کا مطلوبہ حصہ پہنچ چکا تھا۔ آپ نے احسان کرنے کی ہی ٹھان لی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس احسان کا بدلہ عنایت فرمائے۔ عارف برہان پوری کے حالات پر آپ کا شکرگزار ہوں۔ آپ بجا طور پر شیخ الحدیث اور صدر المدرسین ہیں۔ آپ کے خداداد کمالات، علم کے پیاسے نفوس کو سال بہ سال مسلسل (علمی) بڑھوتری کے ساتھ غذا فراہم کرتے ہیں۔

میرا خیال تھا کہ آپ اپنے جلیل القدر والد کی جانب گامزن ہو چکے ہوں گے، اس بنا پر خاص طور پر آپ کے لیے مولانا ابوالوفاء (افغانی) کو کتابیں بھیج چکا ہوں، تاکہ وہ واپسی پر آپ کو پیش کرسکیں، اب معلوم ہوا کہ آپ جامعہ (اسلامیہ ڈابھیل) میں ہی ہیں، ادھر بھیجی گئی ڈاک میں بھی غلطی ہوگئی، سامان کی ترسیل کرنے والے نے اناضول کے میرے ایک دوست کا سامان استاذ (افغان) کو اور استاذ کو ارسال کردہ کتب اناضول بھیج دیں، اب ان دونوں قسم کی اشیاء کو واپس منگوانا دشوار ہے، ان شاء اللہ! قریبی فرصت میں آپ کو ''إشارات المرام'' کا ایک نسخہ ارسال کروں گا۔

چونکہ میں مولانا مفتی (مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ) کی ''شرح الحجج'' (''كتاب الحجة على أهل المدينة'' کی تعلیقات) کی تحقیق (ونظرِ ثانی) نہیں کرسکتا، اس لیے ڈاک میں وہ (مسودہ) بھی مولانا ابوالوفاء کو ارسال کردیا ہے، اور وہ، مولانا مفتی (مہدی حسن صاحب) یا آپ تک پہنچائیں گے۔ یہ کتاب ایک عظیم ذخیرہ ہے، (اللہ تعالیٰ کی) توفیق سے اس نے متفرق دلائل کو یکجا کردیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ قابلِ ملاحظہ پہلو یہ ہے کہ بعض مقامات پر متن کو یقینی طور پر غلط قرار دیا ہے، حالانکہ مؤلف کے زمانہ کا لہجہ اور آخری ادوار کا لہجہ دونوں مختلف ہیں، میری نگاہ میں زیادہ مناسب یہ تھا کہ متن

کو غلط قرار دیئے بنا محض اپنے تحفظ کے اظہار پر اکتفا کر لیتے۔ تحقیقِ نظرِ ثانی نہ کر سکنے کے حوالے سے میرا عذر یہ ہے کہ مجھے احادیثِ احکام کے متعلق استاذ (مفتی مہدی حسن) کی وسعتِ علمی اور اس آخری دور میں اپنی نگاہ کی کمزوری کا ہے۔

اللہ جانتا ہے کہ مجھے آپ تک پہنچنے کا کس قدر اشتیاق ہے، میں اپنی آنکھیں بند کر کے تصور ہی میں آپ کے محترم چہرے کا دیدار کرنے پر اکتفا کر لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت آپ کو طویل عمر عنایت فرمائے، اور آپ کی ذات سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے، مواقعِ قبولیت میں آپ کی دعاؤں کا امیدوار ہوں، میرے عزیز تر بھائی! اس قابلِ فخر صدارت پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ (۱)

مخلص: محمد زاہد کوثری

شوال سنہ ۱۳۶۸ھ

شارعِ ملک، محلّہ روم: ۳

پس نوشت: مولانا میاں کو رسائل بھیجنے کا کوئی باعث نہیں؛ کیونکہ میں انہیں ہوائی ڈاک سے رسائل بھیج چکا ہوں، ان شاء اللہ! آج ہی بازار جا کر ''الإشــارات'' کا ایک نسخہ خریدوں گا اور بذریعہ ڈاک آپ کو ارسال کروں گا۔ (''إشارات المرام'' ہوائی ڈاک کے حوالے کر چکا ہوں)۔ (۲)

حواشی

۱:- حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے صدر المدرسین بنائے گئے تھے، علامہ موصوف اسی منصب پر مبارک باد پیش کر رہے ہیں۔

۲:- یہ جملہ خط کے اوپر لکھا تھا، بظاہر خط ارسال کرنے سے قبل علامہ کوثریؒ نے ''إشــارات الـمـرام'' خرید کر ہوائی ڈاک سے بھیجی ہوگی، اس لیے صفحے کے اوپر یہ خبر درج کر دی ہے۔

﴿ مکتوب:......۲۹ ﴾

مولانا، برادرِ عزیز تر، علامہ ماہرِ (علوم وفنون) سید محمد یوسف بنوری حفظه الله

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام! اس خط کے لکھنے کا مقصد آپ کو ہمارے دوسرے گھر میں منتقل ہونے کی اطلاع دینا ہے، شاید نیا گھر ہمارے لیے زیادہ بہتر ثابت ہوگا، نیا پتہ یہ ہے: شارع عباسیہ، مکان نمبر: ۱۰۴۔

آنجناب کو ''العالم'' (والمتعلم) اور (الحاوي فی) ''سیرۃ الطحاوي'' ہوائی ڈاک سے ارسال کی ہیں، شاید دونوں کتابیں موصول ہوگئی ہوں گی، ''سیرۃ زفرؒ'' و (الحاوي فی سیرۃ) ''الطحاوی''، (شیخ) ابوزہرہ کی ''أبو حنیفة'' اور ''إشارات المرام'' کے چند نسخے عام ڈاک

سے بھی بھیجے ہیں، امید ہے وصولی کی اطلاع دیں گے۔ مولانا مفتی (مہدی حسن صاحب) کی ''**شرح کتاب الحجة**'' ایک مخطوط کے ساتھ مولانا ابوالوفاء کو ہوائی ڈاک سے ارسال کردی ہے، وہ آپ کو یا براہِ راست مولانا مفتی (مہدی حسن صاحب) کو پہنچادیں گے۔ پہلے ذکر کیے گئے عذر کی بنا پر میں (اس کتاب کے متعلق) اپنے ملاحظات نہیں پیش کرسکا۔ مولانا میاں کو ہوائی ڈاک سے ''**سیرة أبی یوسف**'' و(**سیرة**) ''**زفر**''، ''**العالم**'' (**والمتعلم**) اور (**الحاوي فی سیرة**) ''**الطحاوي**'' ارسال کرچکا ہوں، اگر آپ نے انہیں (یہ کتب) نہیں بھیجیں تو اب بھیجنے کا کوئی باعث نہیں۔

اللہ تعالیٰ علم کے ایک ذخیرے کے طور پر آپ کو بقائے طویل عطا فرمائے۔ امید ہے مجھے اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کریں گے، میرے عزیز تر بھائی!

مخلص

محمد زاہد کوثری

۲۰ شوال سنہ ۱۳۶۸ھ

شارع عباسیہ نمبر: ۱۰۴، قاہرہ

پس نوشت: اللہ سبحانہ کے حکم سے نئے گھر میں آج یا کل منتقل ہوں گے۔

(جاری ہے)

.....❀.....❀.....❀.....

ماہنامہ ''بینات'' کی خصوصی اشاعتیں

①	حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (دورنگہ طباعت)	500/= روپے
②	حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ	500/= روپے
③	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ	400/= روپے
④	حضرت مفتی محمد جمیل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ	400/= روپے
⑤	حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ	350/= روپے
⑥	حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ	100/= روپے
⑦	حضرت مفتی عبدالمجید دین پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ	100/= روپے

پنجاب چیرٹی ایکٹ 2018ء

مدارس کی بندش کا حکومتی حربہ!

مولانا زبیر احمد صدیقی
مہتمم جامعہ فاروقیہ ومدیر ماہنامہ صدائے فاروقیہ، شجاع آباد، ملتان

حمد وثنا رب لم یزل کے واسطے، جس نے کائناتِ عالم کو بنایا۔ درود وسلام سید کونین ﷺ کے حضور، جنہوں نے کائنات وعالم کو سنوارا، امابعد!

اسلامیانِ پاکستان خوب آگاہ ہیں کہ ۹/۱۱ کے بعد مغرب وعالم کفر کی اسلام کے خلاف چومکھی لڑائی جاری ہے۔ مغرب بہرصورت اسلامی شناخت، اسلامی تہذیب، اسلامی اقدار وافکار اور اسلامی تعلیمات کا خاکم بدہن خاتمہ چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے مغرب نے عالم اسلام پر دہشت گردی کے نام پر جنگ مسلط کر کے پورے عالم کا امن سبوتاژ کیا۔ لاکھوں افراد دہشت گردی کی بھینٹ چڑھ گئے، اربوں ڈالر کے نقصانات ہوئے، لیکن اس جبر وستم کے باوجود دین کی حقانیت کھل کر سامنے آئی اور یہ تیر وتفنگ، آتش وبارود، بری وبحری اور فضائی یلغار، گوانتانا مو، ابوغریب، بگرام ائیربیس اور اس جیسی جیلیں بھی اسلام کو ختم نہ کرسکیں، بلکہ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب بن کر سامنے آیا۔ دشمنانِ اسلام کی حسرت پوری نہ ہوسکی۔ افغانستان میں شکست فاش اور عراق میں ناکامی ان دشمنانِ اسلام کے منہ پر کالک بن کر نمایاں ہونے لگی، تو اب جنگ کا رُخ تہذیب وکلچر، تعلیم، افکار ونظریات وغیرہ کی طرف پھیر دیا گیا۔ عالم اسلام میں تہذیبی جنگ کے بعد اب تعلیمی جنگ مسلط کی جارہی ہے۔ تہذیبی محاذ پر کامیابی کے حصول کے لیے پاکستان میں مغربی اثر ورسوخ سے میڈیا کو کنٹرول کر کے گزشتہ دو دہائیوں میں خوب فحاشی، عریانی، بے راہ روی اور آوارگی کا کلچر متعارف کرایا گیا اور پھر مقنّنہ وعدلیہ کے ذریعے اس سب کو قانونی حیثیت دی گئی۔ عدالتوں میں سب سے زیادہ کیسز خواتین کی جانب سے نام نہاد خلع کے دائر کیے جارہے ہیں۔ زوجین کے معاملے میں شوہر کو سنے بغیر نیز عدالتوں کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ عام تأثر قائم ہوگیا ہے کہ

زوجین کے تنازع میں عدالتیں بیوی کو ہی سپورٹ کرتی ہیں ۔مشرف دور سے زنا بالرضاء تو گویا جرم ہی نہیں رہا۔اس محاذ پر کامیابی حاصل کرنے کے بعد گزشتہ کئی سالوں سے مسلمانوں کو تعلیمی اور فکری محاذ پر چت کر کے انہیں دین سے برگشتہ کیا جارہا ہے ۔اس سلسلہ میں اسکول و کالج کے نصابوں کو مذہبی تعلیم و تربیت سے عاری کرنے کے بعد اب مدارس کی دینی تعلیم کو غیر مؤثر کرنے یا مدارس کو اسکول و کالج میں تبدیل کرنے کے ایجنڈے پر زور وشور سے کام جاری ہے۔ ہمارے حکمران مغربی دباؤ کے آگے فوراً چت ہوکر اپنے ملک، مذہب، تہذیب، تمدن، عوامی رائے عامہ، قیامِ پاکستان کے اغراض، ملکی آئین کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر جی حضوری کی دوڑ میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں ۔مسلم لیگ (ن) کی سابقہ وفاقی اور پنجاب حکومت نے مدارس ،علماء اور مذہبی کارکنان پر قیامت ڈھائی ۔ دینی مسلمہ ایشوز کو چھیڑنے کی کوششیں کیں، جن کا خمیازہ بھی انہیں الیکشن میں بھگتنا پڑا۔ان کے جانے کے بعد نو قائم شدہ تحریک انصاف کی حکومت کے قائد نے آتے ہی مدارس و جامعات سے انجینئرز و سائنسدان نکالنے کی نوید سنا کر قوم کو مسحور کرنے کی کوشش کی ، حالانکہ اس اعلان کا مقصد سوائے مدارس کی حریت کے خاتمہ کے اور کچھ بھی نہیں ۔اس موضوع پر تو ان شاء اللہ! زندگی رہی تو کسی اور موقع پر جامع تبصرہ تحریر کیا جائے گا۔سرِدست میاں شہباز شریف کی حکومت کے منظور کردہ چیرٹی ایکٹ منظور شدہ ۲۸/فروری ۲۰۱۸ء -جس پر گورنر نے ۷/مارچ ۲۰۱۸ء کو دستخط کیے اور ۸/ مارچ ۲۰۱۸ء پنجاب گزٹ میں صفحہ نمبر ۳۶ -۶۳۲۹ پر نشر ہوا- کے خدوخال، اس کے اثرات ومضمرات اور دینی اداروں کو پہنچنے والے نقصانات کا جائزہ لیا جارہا ہے۔اس ایکٹ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱:...... چیرٹی یعنی جملہ خیراتی ادارے جو پہلے سے رجسٹرڈ ہیں، اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد ان کی رجسٹریشن منسوخ متصور ہوگی اور اُنہیں اس نئے چیرٹی ایکٹ کے تحت دوبارہ رجسٹرڈ ہونا ہوگا۔ واضح رہے کہ جملہ دینی مدارس، مساجد، مذہبی انجمنیں، رفاہی ادارے چیرٹی کے ضمن میں آتے ہیں اور اس قانون کا اطلاق ان سب پر ہوگا، چنانچہ اس ایکٹ میں خیراتی مقاصد کو بھی متعین کیا گیا ہے، ایسے گیارہ مقاصد بیان کیے گئے ہیں جن میں تعلیم وتعلم کا فروغ، غربت کی روک تھام، صحت وزندگی کے بچاؤ کی خدمت، کمیونٹی کی ترقی، فنی اور ثقافتی ورثہ کا فروغ، مطالعاتی سرگرمیاں، مذہبی وملی ہم آہنگی کا فروغ، ماحولیات کا تحفظ، ضرورت مندوں کی مدد وغیرہ شامل ہیں۔

۲:...... اس ایکٹ کے تحت اداروں کی رجسٹریشن کے لیے ضروری ہوگا کہ درج ذیل دستاویزات محکمہ کو جمع کروائے جائیں۔

۳:...... رجسٹرڈ ادارہ کو ایک ڈیکلیریشن تیار کرنا پڑے گا، جس میں درج ذیل اُمور کو بیان

کرنا ضروری ہوگا:

۱:-معاونین کے نام و پتے

۲:-عطیہ کی تجویز کردہ مقدار

۳:-فنڈ جمع کرنے والوں کے نام و پتے

۴:-فنڈ وصول کرنے والوں کے نام و پتے

۵:-فنڈ جمع کرنے کے اہداف

۶:-فنڈ رکھنے والے بینکوں یا افراد کے نام وغیرہ

۴:......اس مقصد کے لیے حکومت پنجاب ایک کمیشن تشکیل دے گی جو تین سے پانچ کمشنرز پر مشتمل ہوگا، اس میں چیئرمین شامل ہوگا جسے حکومت متعین کرسکتی ہے، اس مقصد کے لیے ریٹائرڈ و حاضر سروس سول سرونٹ یا ججوں یا پرائیویٹ افراد کو متعین قواعد وضوابط یا حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قوانین کے مطابق کمشنز مقرر کیا جاسکتا ہے، اس کمیشن کا چیئرمین ہوگا اور وہ انتظامی اُمور کے لیے چیف ایگزیکٹو مقرر کرے گا۔ کمیشن کی ذمہ داریاں درج ذیل ہوں گی:

۱:-کمیشن ایکٹ کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے افعال سرانجام دے گا۔

۲:-خیراتی اداروں پر عوامی اعتماد کو برقرار رکھے گا۔

۳:-ان اداروں کو رجسٹرڈ کرے گا۔

۴:-اس بات کو یقینی بنانا کہ چیرٹی اور خیراتی فنڈ کی انتظامیہ ان کے کنٹرول میں قانون کے مطابق عمل کریں۔

۵:...... چندہ وصول کرنے والوں کی کڑی نگرانی کرنا اور احتساب کے لیے طریقہ کار متعین کرنا۔

۶:......اگر ضروری ہو تو چیرٹی یا خیراتی فنڈ کے معاملات میں انکوائری کرنا۔

۷:......ڈپٹی کمشنر کے ذریعے منظور شدہ مجموعوں کو تبدیل یا منسوخ کرنا۔

۸:......ان اداروں کی سالانہ آڈٹ رپورٹ حاصل کرکے ان کی جانچ پڑتال کرنا۔

۹:......کسی بھی ادارہ کا خصوصی آڈٹ کرانا۔

۱۰:......ان اداروں کے لیے مناسب اکاؤنٹنگ کا انتظام اور استعمال کے لیے ہدایات جاری کرنا۔

۱۱:......کمیشن کسی بھی چیرٹی، چیرٹی ٹرسٹی، چیرٹی سے فائدہ حاصل کرنے والے، کسی خیراتی فنڈ یا کسی کاروباری ادارہ کی جانب سے چیرٹی پر کیے جانے والے اخراجات کا ریکارڈ، ڈیٹا یا اس سے متعلق معلومات طلب کرسکتا ہے۔

۱۲:...... کمیشن مالیاتی اداروں سے مالیاتی ریکارڈوں کی توثیق کرسکتا ہے، اس مقصد کے حصول کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی خدمات بھی حاصل کرسکتا ہے۔

اداروں میں بے پناہ سرکاری مداخلت

چیرٹی ایکٹ کی دفعہ نمبر ۸ کے تحت حکومت کی جانب سے مقرر کردہ کمیشن کسی ٹرسٹی (ادارہ کے عہدیدار یارکن) یا کسی افسر (ناظم مالیات یا کوئی دیگر ملازم) یا کسی عہدیدار کا تقرر کرسکتا ہے، اگر چیرٹی کسی ٹرسٹی، افسر کو نکالنے میں اور اس کی جگہ کسی نئے کا تقرر کرنے میں ناکام ہو جہاں:

A. کسی ٹرسٹی یا افسر کو بداخلاق، بددیانتی اور دھوکہ دہی کے جرم میں مجرم قرار دیا گیا ہو یا

B. کوئی ٹرسٹی بینک دیوالیہ قرار دیا جاچکا ہو

C. کسی ٹرسٹی یا افسر کا غلط عمل جو چیرٹی کے مجموعی مفاد کو نقصان پہنچائے یا عدالت یا کمیشن کی جانب سے دیگر وجوہ کی بنیاد پر۔

دفعہ نمبر ۹ کے تحت تحریر ہے کہ:

۱:-کمیشن بذاتِ خود یا حکومت کی طرف سے درخواست پر یا کسی فرد کی جانب سے آمدہ شکایت پر چیرٹی کے معاملات میں دخیل ہوکر انکوائری کرسکتا ہے، تاکہ تحقیق کی جائے کہ کہیں کوئی خیراتی فنڈ غلط جگہ یا غلط مد میں صرف نہیں ہورہا یا ایسا کوئی عمل جس سے اعتماد کو نقصان نہیں پہنچ رہا۔

L. اگر ذیلی دفعہ نمبر ا کے تحت انکوائری کے نتیجے میں کمیشن کو پتہ چلے کہ کسی بھی قانون کے تحت کسی جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے یا کسی اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے، تو اسے قانون کے مطابق نمٹنے کے لیے حکومت کے پاس بطور حوالہ (ریفرنس) بھیجا جاسکتا ہے۔

رجسٹریشن اتھارٹی

دفعہ نمبر ۱۲ کے تحت

۱:- ہر چیرٹی کمیشن کے ساتھ حکومت کی جانب سے بذریعہ نوٹیفکیشن مقرر کردہ تاریخ کے اندر اندر اپنے آپ کو رجسٹرڈ کروائے گا۔

۲:-کوئی چیرٹی اس وقت تک خیراتی فنڈ اکٹھا کرنے کی کوشش نہیں کرسکتی، جب تک وہ اس ایکٹ کے تحت اپنے آپ کو رجسٹرڈ نہیں کرلیتی۔

دفعہ نمبر ۱۵ کے تحت اس ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہونے کے لیے ہر تنظیم کو رجسٹریشن اتھارٹی کو چیرٹی کے مقاصد، ذرائع آمدنی، اخراجات کی نوعیت یا کوئی دیگر معلومات یا دستاویز جو کمیشن بعد میں مقرر کرے، فراہم کرنا ضروری ہوں گے۔ نیز رجسٹریشن اتھارٹی معقول وجوہات تحریری طور پر لکھنے کے

ساتھ کسی تنظیم کو رجسٹرڈ کرنے سے انکار کرسکتی ہے، اگر چیرٹی کے اپنے ڈیکلریشن میں بیان کردہ اہداف اس کے خیراتی مقاصد سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا کسی دوسری معقول وجہ سے۔

ادارہ کے نظام تک ہر ایک کی رسائی ہوگی

دفعہ نمبر۱۶ کے تحت

۱:- چیرٹیز کا رجسٹر ایک عوامی دستاویز ہوگی جو کسی بھی معقول وقت میں عوامی انسپیکشن کے لیے کھولا جاسکتا ہے۔

کوئی بھی شخص چیرٹی کی جانب سے فراہم کردہ تمام دستاویزات/معلومات کمیشن کی جانب سے مقرر کردہ فیس کی ادائیگی کے بعد حاصل کرسکتا ہے۔

چندہ جمع کرنے پر پابندی

ایکٹ کی دفعہ نمبر۲۰ کے تحت طے ہے کہ

۱:-کسی چیرٹی کا کوئی سفیر اس وقت تک نہ چندہ کرے گا اور نہ ہی اس کی اپیل کرے گا جب تک وہ مطلوبہ کلیکشن (جمع کرنے) سے قبل اس چندہ کے حوالے سے ایک اعلامیہ جاری اور اسے منظوری دینے والی اتھارٹی کے سامنے پیش نہ کرے اور منظوری دینے والی اتھارٹی اس چندہ کے حوالہ سے تحریری اجازت نہ دے دے۔

۲:-منظوری دینے والی اتھارٹی اس شق کے تحت کسی منظوری دینے سے انکار کرسکتی ہے، اگر چیرٹی کے سفیر یا چندہ اکٹھا کرنے والے افراد خلوصِ نیت کے حوالے سے مطمئن نہ کرسکیں یا منظوری دینے والوں کو خیراتی فنڈ کے تحفظ یا جس مقصد کے لیے فنڈ اکٹھے کیے جانے ہیں، ان مقاصد میں انہیں لگانے کے حوالہ سے مطمئن نہ کیا جاسکے۔

۳:-منظوری دینے والی اتھارٹی منظوری کو ایسی شرائط سے معلق کرسکتی ہے، جس سے فنڈ کے مناسب تحفظ، اپنے مطلوبہ مقاصد میں اس کے استعمال کو یقینی بنایا جاسکے۔

۴:-اگر منظوری دینے والی اتھارٹی چندہ کو جمع کرنے کی منظوری دیتی ہے، تو اس کو کسی خاص مدت کے لیے سفیر کے نام ایک سرٹیفکٹ جاری کرے گی جس سے وہ کمیشن کے مجوزہ قوانین کے مطابق مخصوص قابل شناخت چندہ اکٹھے کرنے والوں کے ذریعے مخصوص قابل شناخت رسیدوں کے ساتھ چندہ وصول کرسکیں گے۔

اداروں پر لاگو ہونے والی سزائیں

دفعہ نمبر۲۴ کے تحت درج ہے کہ:

ا:- جائزہ یا آڈٹ کے بعد اگر کمیشن کو یقین ہو جائے کہ چیرٹی ایکٹ کے تحت متعین کی گئی ذمہ داریوں پر عمل کرنے میں ناکام رہا ہے تو کمیشن حسب ذیل کارروائی کرسکتا ہے۔

A. رجسٹریشن کی معطّلی یا منسوخی

B. چیرٹی یا تنظیم پر جرمانہ عائد کرسکتا ہے جس کی مالیت دس لاکھ روپے سے زائد نہ ہو۔

چندہ کو کاروبار اور انشورنس میں لگانا متولی کی ذمہ داری ہوگی:

دفعہ نمبر ۲۷ کے تحت چیرٹی کے متولی کے ذمہ ہوگا۔

A. چیرٹی کے اثاثوں کا تحفظ

B. خیراتی فنڈ کا تحفظ، مناسب سرمایہ کاری اور استعمال

E. چیرٹی کی جائیداد کی خرید وفروخت، اجارہ یا انشورنس کے معاملات کو دیکھنا۔

آڈٹ ومعائنہ

دفعہ نمبر ۳۰ کے تحت

ا:- کمشنر یا منظوری دینے والی اتھارٹی کسی معقول وجہ پر کسی مخصوص آڈیٹر سے چیرٹی کے اکاؤنٹ کا آڈٹ یاری آڈٹ (دوبارہ آڈٹ) کا حکم دے سکتے ہیں، جن کا خرچ چیرٹی یا وہ شخص ادا کرے گا جس نے چیرٹی کے خلاف خصوصی آڈٹ کرنے کی درخواست دی ہو۔

۲:- کمشنر یا منظوری دینے والی اتھارٹی اس ایکٹ یا اس کے کسی قانون کے تحت چلنے والے کسی بھی اکاؤنٹ کا معائنہ کرسکتی یا کروانے کا حکم دے سکتی ہے۔

سزا

دفعہ نمبر ۳۲ کے تحت

ا:- کوئی بھی شخص جو بے ایمانی، دھوکہ دہی یا فراڈ سے خیراتی فنڈ - جس پر اس ایکٹ کا اطلاق ہے- کے جمع کرنے سے متعلق کسی بھی ریکارڈ کو چھپاتا ہے یا بد دیانتی سے خراب کرتا ہے تو وہ ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے والا (مجرم) متصور کیا جائے گا۔

۲:- کوئی شخص جو اس ایکٹ کی کسی شق، اس یکٹ کے تحت بننے والے احکام یا ہدایات کی حکم عدولی کرے تو اسے سزا کے طور پر جرم کی نوعیت کے اعتبار سے چھ ماہ تک پابندِ سلاسل کیا جاسکتا ہے، مگر یہ قید کی سزا پندرہ روز سے کم نہ ہوگی، مزید اسے جرمانہ کے طور پر پچیس ہزار سے ایک لاکھ تک کی رقم بھی ادا کرنا ہوگی۔

دفعہ نمبر ۳۵ کے تحت

اس ایکٹ کی خلاف ورزی کرنے والے فرد سے عدالت غلط طریقے سے اکٹھا کیا گیا فنڈ ضبط کرسکتی ہے یا غلط طریقے سے خرچ کیا گیا فنڈ واپس وصول کرسکتی ہے۔

قارئین کرام!! یہ ہے چیرٹی ایکٹ ۲۰۱۸ کا خلاصہ۔ ایکٹ کو تفصیلی طور پر پنجاب گزٹ صفحہ نمبر ۳۶ - ۶۳۲۹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا ایکٹ نیکٹا کے احکامات کی روشنی میں پنجاب اسمبلی سے منظور ہوکر قانون کی شکل اختیار کر چکا ہے، جبکہ باقی تین صوبوں میں بھی یہ قانون آنے والا ہے۔

مذکورہ بالا قوانین سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے کہ حکومتِ پاکستان اپنے غیر ملکی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے بہرصورت پرعزم ہے، ایسے قوانین جن میں اداروں میں کھلم کھلا مداخلت ہو، سرکاری اداروں کے لیے بھی نہیں، چہ جائیکہ خالص رفاہی تعلیمی ادارے حکومت سے ایک پائی کی امداد لینے کی بجائے اربوں روپے حکومت کو ٹیکس، بجلی، گیس، فون کی مد میں ادا کرتے ہیں، انہیں جکڑ لیا جائے۔

اگر مذکورہ قانون پر مکمل عملدرآمد ہوجاتا ہے، جیسا کہ حکومتی مشن ہے تو آیئے! دیکھتے ہیں، اس سے کیا کیا نقصانات رونما ہوں گے۔

۱:- مدارس وخیراتی ادارے غیر اعلانیہ طور پر حکومتی تحویل میں چلے جائیں گے، ان کی آزادی فکر وعمل سلب ہوکر رہ جائے گی۔

۲:- ادارہ (مدرسہ / مسجد / ٹرسٹ / رفاہی تنظیم) کی محنت کو جب جو چاہے گا کھلواڑ بنا کر رکھ دے گا، حکومتی اہلکاروں کی مداخلت نہ صرف رشوت ستانی کا بازار گرم کرے گی، بلکہ بیرونی عناصر، حاسد طبقات، علاقائی مخالفین کسی بھی ادارہ کو کام نہیں کرنے دیں گے۔

۳:- حکومتوں کی ان اداروں میں معاونت تو نہ کبھی ہوتی ہے اور نہ ہوگی، الٹا ایک ایک کام میں مداخلت سے کام ٹھپ ہوکر رہ جائیں گے۔

۴:- قربانی کی کھالوں کا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ کسی بھی فراہمی پر اعتراض لگایا جاسکتا ہے کہ یہ فراہمی حکومت سے منظوری کے بغیر ہوئی ہے، لہٰذا اس پر فوجداری مقدمات اور سزاؤں کا اہل مدارس کو سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ امسال بعض اہلِ مدارس کو بلا اجازت قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنے پر ایک ایک سال سزا اور مبلغ پانچ پانچ لاکھ روپے جرمانہ کیا جارہا ہے۔

۵:- معاونین کے تفصیلی کوائف ایجنسیوں اور حکومتوں کی دسترس میں ہوں گے، جس کی وجہ

سے غیر اعلانیہ طور پر اُنہیں تنگ کیا جائے گا، ان کی انکوائریاں ہوں گی، جیسا کہ پہلے خوف و ہراس کا ماحول بنا دیا گیا ہے، نتیجتاً بچے کھچے لوگ بھی اپنی عزت و وقار کے تحفظ کے لیے مدارس، مساجد اور رفاہی اداروں کو چندہ دینا بند کردیں گے اور یہی اس چیرٹی ایکٹ کا مدعا و منشأ محسوس ہوتا ہے۔

۶:- اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد حکومتی مشنری اس قدر بااختیار ہوگی کہ وہ جائز ناجائز وجوہ کی بنیاد پر ادارہ کے عہدیداران مثلاً: مہتمم / نائب مہتمم / ناظم اعلیٰ / خزانچی یا دیگر کسی عہدیدار کو ازخود تبدیل کردیں یا مجاز افسر یعنی ادارہ میں کام کرنے والے اکاؤنٹنٹ / ناظم / محاسب وغیرہ کو بدل دیں، یعنی حکومت کی جانب سے ادارہ میں افراد لاکر بٹھادیں۔ یہ سب اس بل کی بدولت ممکن ہوگا۔

۷:- اس سب کے ساتھ ایک بڑا اندیشہ اس الزام کا بھی ہے کہ چندہ صحیح معنوں میں تعلیم وتعلم پر خرچ نہیں ہورہا، بلکہ ادارہ کی دیگر تبلیغی ضروریات مثلاً: جلسہ جات، اشاعتِ کتب ورسالہ جات یا تبلیغی اجتماعات وغیرہ پر خرچ کرکے فرقہ واریت پھیلائی جارہی ہے یا یہ چندہ انتہا پسندی کو فروغ دے رہا ہے، اس سب پر چندہ کی ضبطی اور قانونی کارروائی کی تلوار بھی سروں پر موجود رہے گی۔

۸:- مدارس کے وقف چندے جنہیں عام حالات میں کاروبار میں لگانا شرعاً ممنوع ہوتا ہے، بیوروکریسی کے ایما پر سرمایہ کاری بلکہ انشورنس تک میں لگاکر سود کا عنصر بھی مدارس اور اداروں کے ذرائع آمدن میں شامل کیا جائے گا۔

۹:- اب تک جملہ مدارس ۱۸۶۰ کے سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹریشن ہوتے رہے اور یہ ایکٹ قدیمی مؤثر اور متفقہ تھا، اس کا خاتمہ سمجھ سے بالا ہے، جبکہ ایسی مداخلت حکومت کی اپنی قائم کردہ یونیورسٹیوں، کالجز اور اداروں میں بھی نہیں، چہ جائیکہ اپنی مدد آپ کے تحت چلنے والے اداروں میں یہ مداخلت ہو۔

۱۰:- ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت مدارس کی معاشی رگ کو بند کرکے مدارس پر قبضہ کرکے انہیں کوئی اور رنگ دینا چاہتی ہے، جو کام صدیوں سے انگریز اور ان کی معنوی اولاد نہ کرسکی اب اس حربہ سے موجودہ حکومتیں کرگزرنا چاہتی ہیں، اس لیے عوام وخواص علماء کرام، سیاسی زعماء، صحافی حضرات، وکلاء اور تاجران سبھی کا فریضہ ہے کہ اس ظالمانہ قانون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ عدالت، پارلیمنٹ کا دروازہ کھٹکھٹائیں، نیز پرامن عوامی احتجاج کا حق حاصل کریں۔ بصورتِ دیگر نہ صرف ملک سے دینی تعلیم کا خاتمہ ہوجائے گا، بلکہ دیگر رفاہی ادارے، ٹرسٹ، ہسپتال وغیرہ بھی بیوروکریسی کا کھیل بن جائیں گے۔

..... ❀ ..... ❀ ..... ❀ .....

احادیثِ مقدّسہ کا مُعطّر باغ
(کَشْفُ النِقَاب)

مولانا محمد عمیر
رفیق شعبہ مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی، جامعہ

اللہ تعالیٰ محدّثینِ کرام کی قبور کو منور فرمائے، جنہوں نے احادیثِ مقدّسہ کے محفوظ کرنے اور اُن میں صحیح، حسن، ضعیف، مقبول اور غیر مقبول کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے میں اپنی عمریں صرف کردیں۔ اور فقہاء کرام ومجتہدین عظام کی قبروں پر بھی اپنے انوارات کی بارش برسائے، جنہوں نے قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے پورے ذخیرہ کے ان احکام اور تفصیلات کا حکم اپنے اجتہاد سے نکالا، جن کے بارے میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجتہاد کی اجازت دی تھی۔

آج تک یہ دین صبح کے چمکتے سورج کی طرح اُمّتِ مسلمہ کے ہاتھوں میں موجود ہے اور اس اُمت کے علماء کرام اور طلبہ اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کرتے چلے جارہے ہیں، اور قیامت تک ان شاء اللہ! محفوظ رہے گا۔ دین کے مختلف شعبے ہیں، مثلاً: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، سیاسیات وغیرہ۔ ہر موضوع سے متعلق قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے وسیع معلومات اُمت کو دی ہیں۔ جس طرح قرآن پاک کی تفسیر اور تشریح میں قدیم اور جدید بے شمار تفسیریں لکھی گئیں، اسی طرح ہر ہر زمانے میں محدثین کرام نے احادیث پاک کے جمع کرنے اور ان کو اُمت تک پہنچانے کے لیے بڑی بڑی احادیث کی کتابیں لکھیں، پھر حدیث کی کتاب لکھنے والے ہر ہر محدث کا اپنا اپنا طرز تھا، مثلاً:

۱:- کسی نے ساری طاقت اور توانائی اس پر صرف کردی کہ اپنی کتاب میں صرف وہی حدیث شریف ذکر کی جائے جو صحت کے انتہائی اعلیٰ پیمانے پر ہو۔

۲:- کسی نے اپنی کتاب میں حدیث شریف نقل کرنے میں ''صحتِ حدیث'' کی شرطوں میں سختی کا طرز اختیار نہیں کیا۔

۳:- کسی نے ساری قوت اس میں صرف کردی کہ زیادہ سے زیادہ احادیث جمع کردی

جائیں اور ہر حدیث کی سند کو بھی بہت اہتمام سے ذکر کر دیا جائے، تاکہ بعد میں آنے والے لوگ سند کے ایک ایک راوی کو دیکھ کر اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے، ضعیف یا غیر ضعیف ہونے کا حکم خود لگالیں۔ اسی طرح اور بہت سارے طرز ہیں۔

علم کا پیاسا

اب موجودہ زمانے میں جو علم کا پیاسا ہے، وہ چاہتا ہے کہ مجھے ایسی کتاب مل جائے کہ میرے سامنے جو بھی موضوع ہو، اُس موضوع سے متعلق مجھے اس کتاب میں ایک ہی جگہ:

۱:- رسول اللہ ﷺ کے تمام ارشادات بھی مل جائیں۔

۲:- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہم اللہ (یعنی: خیر القرون کے حضرات) کے اقوال اور افعال بھی مل جائیں، اس لیے کہ احادیثِ مقدّسہ پر عمل کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی زندگی سے بڑی بصیرت ملتی ہے، اور یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے سامنے قرآن پاک نازل ہو رہا تھا اور رسولِ پاک ﷺ کے ارشادات اُتر رہے تھے، تو جتنا یہ حضرات ان ارشاداتِ پاک کو سمجھ سکتے تھے، دوسرا کون سمجھ سکتا ہے؟

بہر حال! جب ایک ہی جگہ یہ سب چیزیں کسی بھی ایک موضوع سے متعلق مل جائیں تو ان کو پڑھ کر اس موضوع سے متعلق دل میں ایسی خوشی اور شرحِ صدر اور اطمینانِ قلب حاصل ہوگا جس کی تعبیر الفاظ میں ممکن نہیں۔ لیکن یہ سب کس کتاب میں ملے گا؟! اس کتاب کا نام ہے: ''**كَشْفُ النِّقَابِ عَمَّا يَقُوْلُهُ التِّرْمِذِيُّ: وَفِيْ الْبَابِ**''۔

''كَشْفُ النِّقَاب'' کی اہم خصوصیت اور اس کے عظیم فائدے

''کشف النقاب'' کی سب بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے عقائد، احکام، فضائل اور مناقب سے متعلق احادیثِ مبارکہ، آثارِ طیبہ کا ایک عظیم ذخیرہ اپنے اندر سمویا ہوا ہے، جو کسی بھی جدید اور قدیم کتاب کی بنسبت اس کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ صاحبِ ''کشف النقاب'' کا مقصد صرف ''وفی الباب'' والی احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا، بلکہ اس باب کے متعلق جتنی بھی مرفوع، مرسل، موقوف روایات، اور اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ ہیں، ان سب کو ایک جگہ جمع کرنا مقصود تھا، اس وجہ سے یہ کتاب خاص کر درج ذیل حضرات کے لیے ''کبریتِ احمر'' ہے۔

۱:- محدّثینِ عظام کے لیے

اُن محدّثینِ عظام اور شیوخِ کرام کے لیے جو درسِ حدیث کے لیے کم وقت میں کسی بھی متعلقہ باب سے متعلق احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا چاہتے ہوں۔

۲: -فقہاء کرام کے لیے

اُن فقہاء کرام کے لیے جو کسی بھی مسئلہ اور حکم کی تنقیح اور توضیح کے لیے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال وافعال کا احاطہ کرنا چاہتے ہیں۔

۳: -محققین، مصنفین اور مقالہ نویس حضرات کے لیے

اُن محققین کے لیے جو کسی بھی موضوع پر تحقیق یا مقالہ نویسی کر رہے ہوں اور ان مصنفین حضرات کے لیے جو کسی ایک موضوع پر کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف کرنا چاہتے ہوں۔

۴: -مناظرینِ اسلام کے لیے

اُن حضرات کے لیے بھی جو اہلِ ہویٰ اور اہلِ بدعت کے مقابلے میں مسلکِ حق کے دفاع کا فریضہ سرانجام دے رہے ہوں۔

۵: -مبلغین، دُعاۃ، واعظین، خطباء کرام اور لیکچرار حضرات کے لیے

دعوت کے کام سے منسلک مبلغین، خطباء اور لیکچرار حضرات' ان سب کے لیے ''کشف النقاب'' ایک بیش بہا تحفہ اور احادیثِ مبارکہ اور آثار کا ایک معتمد ''انسائیکلوپیڈیا'' ہے۔

۶: -تزکیۂ نفوس اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے لیے

تشنگانِ علومِ نبوت کو چشمۂ نبوی سے سیراب کرنے کے ساتھ ساتھ ''کشف النقاب'' ان علوم نبوت پر عمل پیرا ہونے کا ایک قوی محرّک بھی ہے، اس کتاب میں احادیثِ مقدّسہ کا مطالعہ بندہ کو غفلت سے حضوری، بے دھیانی سے دھیان کی طرف، عمل میں سستی اور کمزوری سے چستی اور پابندی و اہتمام کی طرف لاتا ہے، مثلاً: ایک شخص جماعت سے نماز پڑھنے میں سُست اور لاپرواہ ہے تو وہ جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے متعلق ذخیرۂ احادیث کا مطالعہ کرے گا تو خود بخود اس کی یہ لاپرواہی اور سستی ختم ہو جائے گی۔ یہ تجربہ اور مشاہدے کی بات ہے۔

۷: -ائمہ اربعہ کے مقلدین کے لیے

اسی طرح ''کشف النقاب'' ائمہ اربعہ کے فقہی مسائل کے دلائل کا ایک بہترین ''دائرۃ المعارف'' ہے۔ مقلدین اپنے امام کے قول پر ''کشف النقاب'' میں بیش بہا دلائل بہت کم وقت میں پا سکتے ہیں۔

خوشخبری

اس عظیم الشان کام کو محدّث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بَنوری رحمۃ اللہ علیہ نے شروع فرمایا اور

پھر فضیلۃ الدکتور حضرت مولانا محمد حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۰ء تا ۱۹۹۲ء تقریباً بائیس سال شب وروز کی انتھک محنت سے اس عظیم کتاب کو ترمذی شریف کے ''**کتاب الصوم**'' کے تقریباً ختم تک ۱۲/۱۳ جلدوں میں کیا تھا۔ اس کی صرف ۵ جلدیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں چھپ کر اکابرینِ اُمت اور علماء کرام سے داد وصول کر چکی تھیں۔ بقیہ جلدوں کے اہل علم منتظر تھے، لیکن خدا کا حکم ہر چیز پر غالب ہے۔ ۱۹۹۷ء میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سانحہ کے بعد اللہ کے حکم سے اس عظیم کام میں انقطاع آیا۔ اب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے تقریباً ۲۱ سال بعد اللہ تعالیٰ نے پھر سے اس کتاب کے کام کو مزید آگے جاری کرنے اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کیے ہوئے کام کو طبع کرنے کے اسباب مہیا فرمائے۔ **الحمد للّٰہ الذی بنعمتہٖ تتم الصالحات**۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ! مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا کیا ہوا تمام کام طبع ہو کر علماء کرام واکابرین عظام کے ہاتھوں میں پہنچے گا، اور آگے بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ **وماذٰلک علی اللّٰہ بعزیز**۔

فالحمد للّٰہ علی نعمہٖ والصلاۃ السلام علی حبیبہ الکریم سیدنا ومولانا محمد وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

روایتِ ’’حرزِ ابی دجانہؓ‘‘ کی تحقیق

مولانا محمداللہ بن ولایت جان
متخصصِ علومِ حدیث، جامعہ

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ’’دلائل النبوۃ ‘‘میں ’’حرزِ ابی دجانہؓ ‘‘ کے نام سے ایک روایت نقل کی ہے کہ: حضرت ابودجانہ صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنات کی طرف سے ایذاء رسانی کی شکایت کی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنات کے نام ایک خط لکھوا کر اُنہیں دے دیا، وہ رات کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر سوگئے اور جنات کی عجیب وغریب حالت دیکھی- جس کا ذکر اس روایت میں موجود ہے-، اس طرح وہ جنات کے شر سے محفوظ ہوگئے۔ اب لوگ جنات کے شر سے حفاظت کی غرض سے اس خط کو اپنے گھروں، دکانوں، وغیرہ میں رکھتے ہیں۔

ذیل میں اس بارے میں کلام ہے کہ کیا ’’دلائل النبوۃ ‘‘والی مذکورہ روایت (حرزِ ابی دجانہؓ) مطلقاً موضوع ہے؟ یا ’’دلائل النبوۃ ‘‘والی روایت کے علاوہ دیگر کتب میں دوسری سند سے مروی روایت موضوع ہے؟

واضح رہے کہ روایتِ حرز ابی دجانہؓ دو مختلف سندوں سے مروی ہے: ایک کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’اللآلی المصنوعۃ ‘‘ میں موسیٰ نامی راوی کے طریق سے نقل کرکے اسے موضوع قرار دیا ہے، اور وہ تقریباً بالاتفاق موضوع ہے، اس روایت سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ آخر میں بمع سند کے ذکر کردی جائے گی، چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

> ’’موضوع وإسنادہٗ مقطوع وأکثر رجالہٖ مجھولون ولیس فی الصحابۃؓ من اسمہٗ موسٰی أصلا. ‘‘(۱)

جبکہ دوسری سند سے مروی روایت کو علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’دلائل النبوۃ ‘‘ میں ذکر کرنے کے بعد اس کا تابع بھی بتایا ہے، اور موضوع روایت کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔ یہ روایت پہلی روایت

سے سنداً تو مکمل مختلف ہے، متناً بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ’’دلائل النبوۃ‘‘ میں روایتِ حرزِ ابی دجانہؓ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

’’تابعہٗ أبو بکر الإسماعیلي، عن أبی بکر محمد بن عمیر الرازي الحافظ عن أبی دجانۃ محمد بن أحمد ھٰذا، وقد روي فی حرز أبی دجانۃؓ حدیث طویل، وھو موضوع لا تحل روایتہٗ.‘‘(۲)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی روایت کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’الخصائص الکبریٰ‘‘ میں ذکر کرنے کے بعد اس پر کوئی کلام اور تبصرہ نہیں کیا، جبکہ یہ صراحت بھی کی ہے کہ اس کی تخریج امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اگر یہ روایت ان کے ہاں موضوع ہوتی، تو ضرور اس کی تصریح کرتے، جیسا کہ ’’اللآلی المصنوعۃ‘‘ میں درج روایت کو نقل کرنے کے بعد اُسے واضح الفاظ میں موضوع قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ان کے نزدیک موضوع نہیں ہے، چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’باب فیہ ذکر حرز الجن المعروف بحرز أبی دجانۃؓ: أخرج البیہقي عن أبی دجانۃؓ قال: شکوت إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم...۔‘‘(۳)

’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت ذکر کرتے ہوئے، اور اُسے ضعیف قرار دیتے ہوئے ائمہ نے اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ یہ روایت جس کو علامہ بیہقیؒ نے ذکر کیا ہے، اس روایت کے علاوہ ہے جسے علامہ سیوطیؒ نے ’’اللآلی المصنوعۃ‘‘ میں ذکر کیا ہے، جو کہ موضوع ہے، چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں:

’’سماک بن خرشۃ...... وإسناد حدیثہٖ فی الحرز المنسوب إلیہ ضعیف.‘‘(۴)

ابوسعد عبد الملک بن محمد نیسابوری خرکوشیؒ فرماتے ہیں:

’’أخرجہ البیہقي فی الدلائل، وقد اشترط ألا یخرج الموضوع وما لا أصل لہٗ، قال البیہقي عقبہٗ: وقد روي فی حرز أبی دجانۃؓ حدیث طویل وھو موضوع لاتحل روایتہٗ. فدل علٰی أن ما أوردہٗ بخلاف ذٰلک، واللّٰہ أعلم.‘‘(۵)

علامہ ابن الاثیر جزریؒ فرماتے ہیں:

’’سماک بن خرشۃ: سماک بن خرشۃ، وقیل: سماک بن أوس بن خرشۃ بن لوذان بن عبد ود بن زید بن ثعلبۃ بن الخزرج بن ساعدۃ بن کعب بن الخزرج الأنصاري الساعدي، أبو دجانۃؓ، وھو مشھور بکنیتہٖ .... وأما الحرز المنسوب إلیہ فإسنادہٗ ضعیف.‘‘(۶)

ابن الکتان عراقیؒ فرماتے ہیں:

''(ابـن الجوزي) وفي سنده انقطاع إذ ليس في الصحابةؓ من اسمهٗ موسٰى أصلا وأكثـر رجـالهٖ مجهولون (تعقب) بأن البيهقي أخرجهٗ في الدلائل (قلت) يعني مـن طـريـق آخـرٍ بمخالفة لهٰذا بالزيادة والنقص، ثم قال البيهقي: وقد روي في حـرز أبـي دجـانةؓ حـديـث طـويـل وهـو مـوضـوع لا تـحل روايتـهٗ، انتهٰى، ونقل الـقـرطبـي فـي الـمـفهـم عـن ابن عبد البرؒ أنهٗ قال: حديث أبي دجانةؓ في الحرز المنسوب إليه فيه ضعف وكأنهٗ يعني رواية البيهقي، واللّٰه تعالٰى أعلم. ''(۷)

قال المحشي: ''بل رواية البيهقي موضوعة أيضاً قطعاً. غ. ''

محشی عبداللہ محمد صدیق غماری صاحب کا اس روایت کو موضوع قرار دینا درست نہیں، کیونکہ اول تو انہوں نے کوئی دلیل ذکر نہیں کی، بغیر دلیل کے ان کی بات قابل قبول نہیں۔

اور اگر انہوں نے علی بن محمد الحمادی راوی پر امام حاکم اور دیگر حضرات کے کلام کی وجہ سے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے تو اس کی پوری تفصیل آ رہی ہے، یعنی اس راوی پر کلام کی وجہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ''دلائل النبوۃ'' والی روایت کو موضوع نہیں کہا جا سکتا۔

اور اگر اس روایت میں مذکورہ مجاہیل رواۃ کی وجہ سے موضوع کہا ہے تو بھی قواعد اور اصول کی رُو سے درست نہیں، کیونکہ کسی مجہول راوی کی وجہ سے حدیث پر وضع کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

''دلائل النبوۃ'' والی روایت کی اِسنادی حیثیت

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ نامی راوی کے طریق سے جس روایت کو ذکر کیا ہے، وہ تقریباً سب کے ہاں موضوع ہے۔ البتہ ''دلائـل الـنبـوۃ'' والی روایت کی سند میں تفصیل یہ ہے کہ ابتدائی دو راویوں کے علاوہ حضرت ابودجانہ صحابی رضی اللہ عنہ تک سلسلۂ سند ''رواية الآباء عن الأبناء'' ہے۔

ابتدائی دو راویوں میں پہلا راوی ثقہ ہے، صحیح بخاری کا راوی ہے، اس پر کوئی کلام نہیں، البتہ دوسرا راوی متکلم فیہ ہے، امام حاکمؒ اس راوی پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سـمـعـت مسعـود بـن عـلـي يقول: سألت الحاكم أبا عبد اللّٰه عن أبي أحمد الـحبيبـي، فـقـال: كان يكذب مثل السكر، فقلت: الحسنوي خير أم الحبيبي؟ فقال الحسنوي أحسن منه حالاً. ''(۸)

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع میں مذکورہ راوی کی طرف کذب کی نسبت کی ہے، چنانچہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’قال الحاكم: يكذب مثل السكر، الحسنوي أحسن حالا منه.‘‘(۹)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

’’كذبه أبو عبد اللّٰه الحاكم.... وقال الحاكم أيضًا: كان يكذب، وكان الحسنوي أحسن حالا منه.‘‘(۱۰)

اس کے علاوہ بعض دیگر ائمہ سے بھی اس پر جرح ثابت ہے، مگر ان کی جرح اس درجے کے نہیں جس سے روایت پر وضع کا حکم لگایا جاسکے۔

چنانچہ علامہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’وأما الحبيبي، فهو عبد الرحمٰن بن محمد الحبيبي المروزي، وعلي بن محمد الحبيبي ابن عمه يحدثان بنسخ وأحاديث مناكير.‘‘(۱۱)

سوالات حمزہ بن یوسف سہمیؒ میں ہے:

’’وسألت أبا زرعة أحمد بن الحسين الرازي بالكوفة عن أبى أحمد علي بن محمد بن حبيب المروزي، فقال: ضعيف جدا.‘‘(۱۲)

مذکورہ راوی علی بن محمد المروزی الحمادی کی صحت اور ضعف کا اصل دار و مدار امام حاکمؒ کے قول پر ہے، کیونکہ یہ امام حاکمؒ کے استاذ اور ان کے ہم عصر ہیں، اس لیے اس بارے میں ان کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔ باقی جن ائمہ سے اس پر جرح منقول ہے، امام دار قطنیؒ کے علاوہ ان کے اور اس راوی کے زمانے میں کافی بعد ہے، اور انہوں نے بھی اصل مدار امام حاکمؒ کے قول کو ہی قرار دیا ہے۔

امام حاکمؒ نے اس راوی پر جرح کرتے ہوئے اسے ’’كَذَّاب‘‘ کہا ہے، یعنی اس راوی پر ان سے جرح مفسر ثابت ہے، اور اکیلا ان الفاظ سے جرح مفسر کی صورت میں کسی روایت کو موضوع بھی قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن یہاں پر اگر اس اصل کو جاری کیا جائے، تو پھر ’’المستدرک علی الصحیحین‘‘ والی روایت کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ جبکہ اسی راوی کے ہوتے ہوئے اسے ’’صحيح الإسناد‘‘ بھی کہا ہے، صرف وہ نہیں، علامہ ذہبیؒ نے بھی اسے ’’صحيح غريب‘‘ کہا ہے، حالانکہ جس روایت کی سند میں اگر کوئی راوی کذاب ہو، تو اصول و قواعد کی رو سے اسے موضوع قرار دیا جاتا ہے، مگر یہاں پر اس کے برعکس امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ نے اس روایت کو ’’صحيح الإسناد والمتن‘‘ اور ’’صحيح غريب‘‘ کہا ہے، اس لیے روایتِ حرزِ ابی دجانہؓ کو مذکورہ راوی علی بن محمد الحمادی پر کلام کی وجہ سے موضوع قرار دینا درست نہیں، جبکہ دیگر بعض ائمہ نے بھی اُسے ضعیف یا سندِ ضعیف سے مروی روایت کہا ہے، ورنہ پھر ’’المستدرک علی الصحیحین‘‘ والی روایت کو بھی موضوع کہنا پڑے گا،

چنانچہ ''المستدرک علی الصحیحین'' میں امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

''حدثنا علي بن محمد الحمادي بمرو، ثنا أبو يعقوب إسحاق بن إبراهيم السرخسي، ثنا عبد الرحمٰن بن علقمة المروزي، ثنا عبد اللّٰه بن المبارك، عن شعبة، ومسعر، عن عمرو بن مرة، عن أبي البختري، عن علي رضی اللّٰه عنه، أن النبي صلی اللّٰه عليه وسلم قال لجبريل عليه الصلاة والسلام: من يهاجر معي؟ قال: أبو بكر الصديقؓ. ''هذا حديث صحيح الإسناد والمتن ولم يخرجاه.''(۱۳)

اورامام ذہبیؒ نے بھی اس حدیث کے بارے میں ''صحيح غريب'' کہا ہے۔

اب یہاں پراس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ حدیث کی سند میں جس راوی کا ذکر ہے واقعۃً وہی راوی ہے، جس پرامام حاکمؒ نے جرح کی ہے یا کوئی اور ہے؟ تو اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ حمادی نسبت کے دو شخص ہیں: ایک کا نام قاضی ابوالحسن الحمادی ہے، جبکہ دوسرے کا نام علی بن محمد بن عبداللہ الحمادی ہے، یہ دوسرے امام حاکمؒ کے استاذ ہیں، جن سے مستدرک میں روایت بھی ذکر کی ہے، اور جن پر جرح بھی کی ہے۔

چنانچہ ابوبکر محمد بن موسی الحازمیؒ فرماتے ہیں:

''باب الحمادي، والحمادي: الأول من ولد حماد بن زيد وهو القاضی أبو الحسن الحمادي....... والثانی ينسب إلى جده وهو علي بن محمد بن عبد اللّٰه الحمادي من أهل مرو، سمع محمد بن موسى بن حماد وغيره، روى عنه الحاكم أبو عبد اللّٰه الضبي.''(۱۴)

محمد بن عبدالغنی ابن نقطہ الحنبلی البغدادیؒ فرماتے ہیں:

''وأما الحمادي بفتح الحاء المهملة والميم المشددة أيضا وبعد الألف دال مهملة مكسورة فهو أبو أحمد علي بن محمد بن عبيد اللّٰه الحمادي حدث عن محمد بن موسى بن حاتم الباشاني وصالح بن محمد جزرة فی آخرين حدث عنه الحاكم أبو عبد اللّٰه فی تاريخ نيسابور.''(۱۵)

ابن الاثیر الجزریؒ فرماتے ہیں:

''قلت: فاته النسبة إلى حماد بن زيد واشتهر بها القاضی أبو الحسن الحمادي روى عن الفتح بن شحرف. وفاته أيضًا علي بن محمد بن عبد اللّٰه المروزي الحمادي سمع محمد ابن موسى بن حماد وغيره وروى عنه الحاكم أبو عبد اللّٰه.''(۱۶)

ان دوراویوں کے علاوہ مذکورہ سند میں جتنے راوی ہیں سب مجاہیل ہیں، سوائے ابودجانہ

صحابی رضی اللہ عنہ کے، کافی تلاش کے بعد کہیں پر ان کا ذکر نہیں ملا۔ ان مجاہیل راویوں میں سے ہر ایک راوی مجہول العین ہے۔

واضح رہے کہ مجہول اور اس کے حکم میں محدثین اور احناف کا اختلاف ہے:

احناف کے ہاں مجہول راوی کی روایت کا حکم یہ ہے کہ اگر صدرِ اول یعنی قرونِ ثلاثہ کا راوی ہو، تو اس کی روایت مقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔ (۱۷)

جبکہ محدثین کے ہاں مجہول کی اقسامِ ثلاثہ (ان کے نزدیک) میں سے مجہول العین راوی کی روایت کے حکم کے بارے میں تین قول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ: مجہول العین کی روایت مطلقاً مقبول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: مطلقاً غیر مقبول ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اکثر اہل علم کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے، بعض کا اس میں بھی اختلاف ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: اس سے روایت کرنے والا اگر صرف ثقات سے روایت کرنے کا عادی ہو، تو مقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔

لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت احناف کے ہاں مطلقاً اور محدثین کے ایک قول- جو کہ محقق ہے- کے مطابق غیر مقبول ہے، یعنی اس میں توقف اختیار کیا جائے گا، جب تک مذکورہ مجاہیل رواۃ کی توثیق یا عدمِ توثیق ظاہر نہ ہو، اس وقت تک یہ روایت غیر مقبول ہوگی۔ (۱۸)

غیر مقبول ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ وہ موضوع ہے۔

اس لیے مذکورہ مجاہیل راویوں کی وجہ سے روایتِ حرزِ ابی دجانہؓ کو موضوع کہنا درست نہیں ہے۔

اب یہ امر قابل غور ہے کہ قواعد کی رو سے تو یہ روایت احناف اور محدثین کے نزدیک غیر مقبول ثابت ہوئی، مگر ان رواۃ کے ہوتے ہوئے بعض ائمہ حدیث، جن میں حافظ ابن عبد البرؒ، ابن الاثیر الجزریؒ، ابوسعد عبد الملک بن محمد النیسابوریؒ اور ابن الکتانیؒ جیسے ائمہ حدیث حضرات شامل ہیں، انہوں نے صراحت کے ساتھ ''دلائل النبوۃ'' والی روایت کو ضعیف یا سندِ ضعیف سے مروی روایت تو کہا ہے، موضوع نہیں کہا۔ جو تفصیل اور قواعد آج ہمارے سامنے موجود ہیں، یقیناً یہ سب کچھ ان کے سامنے بھی موجود تھا، مگر اس کے باوجود بھی انہوں نے ''دلائل النبوۃ'' والی روایت کو موضوع نہیں کہا۔ ''دلائل النبوۃ'' والی روایت کو کسی نے بھی صراحت کے ساتھ موضوع نہیں کہا، جس کسی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا، اس نے یا تو سکوت اختیار کیا ہے یا واضح الفاظ میں اُسے ضعیف یا ضعیف الاسناد کہا ہے، البتہ ''الخصائص الکبری'' والی روایت کو واضح الفاظ میں موضوع قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس باب میں

کلام کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، چنانچہ استاذ نورالدین عتر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

’’غير أنهٗ لما كان العهد قد بعد برجال الأسانيد فإنهٗ يجب الاحتياط الشديد فی هٰذا الأمر، ولا يظن ظان أنهٗ من السهولة بحيث يكتفی فيه بتقليب كتب فی الرجال، كما يتوهم بعض الناس، حتی قد يتجرأ علی مخالفة الأئمة فيما حققوه وقرروه، بل يجب أن يوضع فی الحسبان كافة احتمالات الوهن والنقد فی السند والمتن، ثم لا يكون الحكم جازمًا، بل هو حكم علی الظاهر الذی تبدی لنا۔‘‘(۱۹)

باقی علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں یزید بن صالح کے ترجمہ میں غلامِ خلیل - جس کا نام احمد بن محمد بن غالب البغدادی ہے - کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ: انہوں نے یزید بن صالح کے طریق سے حرزِ ابی دجانہؓ - جو کہ مکذوب ہے - نقل کیا ہے، جسے حافظ ابن حجرؒ نے بھی من گھڑت قرار دیا ہے۔ سند کے صحیح ہونے کے باوجود بھی علامہ ذہبیؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے، کیا اس سے مراد ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت ہے یا اس کی وجہ سے ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

اس کی وجہ سے ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ہی وہ اس سے مراد لی جاسکتی ہے دو وجہ سے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ ’’دلائل النبوۃ‘‘ کی روایت میں احمد بن محمد بن غالب البغدادی المعروف بہ غلامِ خلیل اور شعبہ کے نام کا کوئی راوی موجود نہیں ہے، یعنی وہ غلام خلیل کے طریق سے مروی نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ نے ’’بسند الصحیح‘‘ کہہ کر یہ صراحت کردی کہ غلام خلیل کے طریق سے حرزِ مکذوب صحیح سند سے منقول ہے، جبکہ ’’دلائل النبوۃ‘‘ کی روایت سندِ صحیح سے منقول نہیں ہے، اس لیے یہاں پر حرزِ مکذوب سے مراد ’’دلائل النبوۃ‘‘ کی روایت نہیں لی جاسکتی۔

نیز اگر علامہ ذہبیؒ کی مراد اس سے ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت ہوتی، تو اس کی تصریح ضرور فرماتے، مگر انہوں نے اس طرف التفات ہی نہیں فرمایا۔

دونوں حضرات علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کے کلاموں کو بالترتیب نقل کیا جاتا ہے، چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

’’يزيد بن صالح الذی روی عنه غلام خليل حرز أبی دجانةؓ، وهو حرز مكذوب، كأنهٗ من صنعة غلام خليل، يرويه عنه شعبة بقلة حياء بسند الصحيح.‘‘(۲۰)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

’’يزيد بن صالح: الذی روی عنه غلام خليل: حرز أبی دجانةؓ وهو حرز

مکذوب كأنهٗ من صنعة غلام خليل، يرويه عن شعبة بقلة حياء بسند الصحيح، انتهٰى. وهٰذا إن كان غلام خليل اختلق المتن فلعلهٗ دلس الإسناد فأوهم أن شيخهٗ فيه يزيد بن صالح الفراء المذكور بعدهٗ. ‘‘(۲۱)

’’دلائل النبوة‘‘ کی روایت

اب اس کے بعد ’’دلائل النبوۃ‘‘ والی روایت ملاحظہ ہو، چنانچہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

’’أخبرنا أبو سهل محمد بن نصرويه المروزي، قال: حدثنا أبو أحمد علي ابن محمد بن عبد اللّٰه الحبيبي المروزي، قال: أخبرنا أبو دجانةؓ، محمد بن أحمد بن سلمة بن يحيى بن سلمة بن عبد اللّٰه بن زيد بن خالد بن أبى دجانةؓ، واسم أبى دجانةؓ سماک بن أوس بن خرشة بن لوزان الأنصاري أملأه علينا بمكة فى مسجد الحرام بباب الصفا سنة خمس وسبعين ومائتين، وكان مخضوب اللحية. قال: حدثنى أبى أحمد بن سلمة قال: حدثنا أبى سلمة بن يحيى، قال: حدثنا أبى يحيٰى بن سلمة، قال: حدثنا أبى سلمة بن عبداللّٰه، قال: حدثنا أبى عبد اللّٰه بن زيد بن خالد قال: حدثنا أبى زيد بن خالد قال: حدثنا أبى خالد بن أبى دجانةؓ، قال: سمعت أبى أبا دجانةؓ يقول:

شكوت إلٰى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فقلت: يا رسول اللّٰه! بينما أنا مضطجع فى فراشى، إذ سمعت فى دارى صريرًا كصرير الرحى، ودويًا كدوى النحل، ولمعًا كلمع البرق، فرفعت رأسى فزعًا مرعوبًا، فإذا أنا بظل أسود مولى يعلو، ويطول فى صحن دارى فأهويت إليه فمسست جلدهٗ، فإذا جلدهٗ كجلد القنفذ، فرمى في وجهى مثل شرر النار، فظننت أنهٗ قد أحرقنى، (وأحرق دارى) فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: عامرک عامر سوء يا أبا دجانة! ورب الكعبة! ومثلک يؤذى يا أبادجانة! ثم قال: ائتونى بدواة وقرطاس، فأتى بهما فناولهٗ علي بن أبى طالب وقال: اكتب يا أبا الحسن! فقال: وما أكتب؟ قال: اكتب: ’’ بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم. هٰذا كتاب من محمد رسول رب العالمين صلى اللّٰه عليه وسلم، إلى من طرق الدار من العمار، والزوار، والصالحين، إلا طارقًا يطرق بخير يا رحمٰن! أما بعد: فإن لنا، ولكم فى الحق سعةً، فإن تک عاشقًا مولعًا، أو فاجرًا مقتحمًا أو راغبًا حقًا أو مبطلاً، هٰذا كتاب اللّٰه تبارک وتعالٰى ينطق علينا وعليكم بالحق، إنا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون، ورسلنا يكتبون ما تمكرون، اتركوا صاحبَ كتابى هذا، وانطلقوا إلى عبدة الأصنام، وإلى من يزعم أن مع اللّٰه إلٰهًا آخر. لا إلٰه إلا هو كل شىء هالک إلا وجههٗ له

الحكم وإليه ترجعون. يغلبون حم لا ينصرون، حٰمٓ عٓسٓقٓ، تفرق أعداء اللّٰه، وبلغت حجة اللّٰه، ولا حول ولا قوة إلا باللّٰه فسيكفيكهم اللّٰه وهو السميع العليم ''... قال أبو دجانةؓ: فأخذت الكتاب فأدرجتهٗ وحملتهٗ إلى دارى، وجعلتهٗ تحت رأسى وبت ليلتى فما انتبهت إلا من صراخ صارخ يقول: يا أبادجانة! أحرقتنا، واللات والعزى، الكلمات بحق صاحبک لما رفعت عنا هٰذا الكتاب، فلا عود لنا فى دارک، وقال غيرهٗ فى أذاک، ولا فى جوارک، ولا فى موضع يكون فيه هٰذا الكتاب. قال أبو دجانةؓ: فقلت لا، وحق صاحبى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لأرفعنهٗ حتى أستأمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. قال أبودجانةؓ: فلقد طالت على ليلتى بما سمعت من أنين الجن وصراخهم وبكائهم، حتى أصبحت فغدوت، فصليت الصبح مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأخبرتهٗ بما سمعت من الجن ليلتى، وما قلت لهم. فقال لى: يا أبا دجانة! ارفع عن القوم، فو الذى بعثنى بالحق نبيًا إنهم ليجدون ألم العذاب إلٰى يوم القيامة. تابعهٗ أبو بكر الإسماعيلى، عن أبى بكر محمد بن عمير الرازيؒ الحافظ عن أبى دجانة محمد بن أحمد هٰذا، وقد روي فى حرز أبى دجانةؓ حديث طويل، وهو موضوع لا تحل روايتهٗ. ''(۲۲)

''اللآلى المصنوعة'' کی روایت

ذیل میں امام سیوطیؒ کی ''اللآلی المصنوعة'' والی روایت اور امام بیہقیؒ کی ''دلائل النبوة'' والی روایت، دونوں بمع ان کی سندوں کے ذکر کی جاتی ہیں، چنانچہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''(أخبرنا) هبة اللّٰه بن أحمد الجريري أنبأنا إبراهيم بن عمر البرمكي أنبأنا أبوبكر محمد بن عبد اللّٰه بن خلف بن نجيب حدثنا يحيى أبو يعلى عن حمزة بن محمد بن شهاب العكبري حدثنا أبى حدثنا إبراهيم بن مهدي الأيلي حدثنا عبد اللّٰه بن عبد الوهاب أبو محمد الخوارزمي حدثنى محمد بن بكر البصري حدثنا محمد بن أدهم القرشي عن إبراهيم عن موسى الأنصاري عن أبيه قال: شكى أبو دجانة الأنصاريؓ إلٰى رسول اللّٰه فقال: يا رسول اللّٰه! بينا أنا البارحة نائم إذ فتحت، فإذا عند رأسى شيطان فجعل يعلوه ويطول، فضربت بيدى إليه فإذا جلده القنفذ، فقال رسول اللّٰه: ومثلک يؤذى يا أبا دجانة! عامر دارک عامر سوء ورب الكعبة! ادع لى على بن أبى طالب فدعاه يا أبا الحسن! اكتب لأبى دجانة الأنصاري كتابًا لا شىء يؤذيه من بعده، فقال: وما أكتب؟ قال: اكتب:

’’بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ھٰذا کتاب من محمد النبي العربي الأمي التھامي الأبطحي المکي المدني القرشي الھاشمي صاحب التاج والھراوۃ والقضیب والناقۃ والقرآن والقبلۃ صاحب قول لا إلٰہ إلا اللّٰہ إلٰی من طرق الدار من الزوار والعمار إلا طارقًا یبرق بخیر ، أما بعد! فإن لنا ولکم فی الحق سعۃً فإن یکن عاشقًا مولعًا أو مؤذیًا مقتحمًا أو فاجرًا مجتھرًا أو مدعی حق مبطلاً فھٰذا کتاب اللّٰہ ینطق علینا وعلیکم بالحق ورسلہ لدیکم یکتبون ما تمکرون، اترکوا حملۃ القرآن وانطلقوا إلٰی عبدۃ الأوثان إلٰی من اتخذ مع اللّٰہ إلھًا آخر، لا إلٰہ إلا ھو رب العرش العظیم یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلاتنتصران فإذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان فیومئذ لا یسأل عن ذنبہ إنس ولا جان ، ثم طوی الکتاب ، فقال: ضعہ عند رأسک فوضعہ فإذا ھم ینادون النار النار أحرقتنا بالنار واللّٰہ ما أردناک ولا طلبنا أذاک ولکن زائر زارنا فطرق فارفع الکتاب عنا ، فقال والذی نفس محمد بیدہٖ لا أرفعہ عنکم حتی أستأذن رسول اللّٰہ فأخبرہٗ فقال: ارفع عنھم ، فإن عادوا بالسیئۃ فعد علیھم بالعذاب، فوالذی نفس محمد بیدہٖ ما دخلت ھذہ الأسماء دارا ولا موضعًا ولا منزلًا إلا ھرب إبلیس وذریتہٗ وجنودہٗ والغاوون.‘‘

موضوع: وإسنادہٗ مقطوع وأکثر رجالہٖ مجاھیل ولیس فی الصحابۃؓ من اسمہٗ موسٰی أصلا. ‘‘(۲۳)

مذکورہ بالا راویت کی سند میں موسیٰ نامی راوی کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

’’موسٰی الأنصاريّ شخص کذّاب، أو اختلقہٗ بعض الکذابین، قال أبو الفرج بن الجوزيّ فی الموضوعات – بعد أن ساق حرز أبی دجانۃؓ، من طریق محمد بن أدھم القرشي، عن إبراھیم بن موسی الأنصاريّ، عن أبیہ ... بطولہٖ: ھٰذا حدیث موضوع، وإسنادہٗ منقطع، ولیس فی الصحابۃؓ من اسمہٗ موسی، وأکثر رجالہٖ مجاھیل. ‘‘(۲۴)

محمد طاہر پٹنیؒ فرماتے ہیں:

’’حدیث حرز أبی دجانۃؓ فیہ مجاھیل ، قلت: أخرجہ البیھقي فی الدلائل. الصغانی حرز أبی دجانۃؓ واسمہ سماک بن خرشۃ موضوع. وفی اللآلی عن موسی الأنصاري شکی أبو دجانۃ الأنصاري فقال: یا رسول اللّٰہ! بینا أنا البارحۃ نائم إذ فتحت عیني ، فإذا عند رأسی شیطان فجعل یعلو ویطول فضربت بیدی إلیہ ، فإذا جلدہٗ کجلد القنفذ ، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ومثلک یؤذی یا أبا دجانۃ ! عامرک عامر سوء ورب الکعبۃ اد ع لی علي بن أبی طالب

فدعاه ، فقال: یا أبا الحسن ! اکتب لأبی دجانةؓ کتابا لا شیء یؤذیه من بعده فقال: وما أکتب؟ قال: اکتب:

’’بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم هٰذا کتاب من محمد النبي العربي الأمي التهامي الأبطحي المكي المدني القرشي الهاشمي صاحب التاج والهراوة والقضيب والناقة والقرآن والقبلة صاحب قول لا إلٰه إلا اللّٰه إلٰی من طرق الدار من الزوار والعمار إلا طارقًا یطرق بخیر ، أما بعد فإن لنا ولکم فی الحق سعةً ، فإن یکن عاشقًا مولعًا أو مؤذیًا مقتحمًا أو فاجراً یجهر أو مدعیًا محقًا أو مبطلاً فهٰذا کتاب اللّٰه ینطق علینا وعلیکم بالحق ، ورسلنا لدینا یکتبون ما تمکرون ، اترکوا حملة القرآن وانطلقوا إلی عبدة الأوثان إلٰی من اتخذ مع اللّٰه إلها آخر لاإلٰه إلا هو رب العرش العظیم یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلاتنتصران فإذا انشقت السماء فکانت وردة کالدهان فیومئذ لا یسأل عن ذنبهٖ إنس ولاجان ثم طوی الکتاب فقال: ضعه عند رأسک فوضعه فإذا هم ینادون النار النار أحرقتنا بالنار واللّٰه ما أردناک ولا طلبنا أذاک ولکن زائر زارنا وطرق فارفع عنا الکتاب ، فقال: والذی نفس محمد بیدهٖ لا أرفعهٗ عنکم حتی أستأذنه صلی اللّٰه علیه وسلم ، فلما أصبح أخبرهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: ارفع عنهم، فإن عادوا بالسیئة فعد إلیهم بالعذاب ، فوالذی نفس محمد بیدهٖ ما دخلت هٰذه الأسماء دارًا ولا موضعًا ولا منزلًا إلا هرب إبلیس وجنودهٗ وذریتهٗ والغاوون. ‘‘

موضوع وإسنادهٗ مقطوع وأکثر رجالهٖ مجهولون ولیس فی الصحابةؓ من یسمی بموسٰی أصلا. ‘‘(۲۵)

مذکورہ بالاتفصیل سے یہ ثابت ہوگیا کہ ’’دلائل النبوۃ ‘‘ کی روایت کوجس طرح مطلقاً صحیح کہنا درست نہیں، اسی طرح اسے مطلقاً موضوع کہنا بھی درست نہیں، البتہ حرزِ ابی دجانہؓ سے متعلق ’’اللآلی المصنوعة ‘‘میں موسیٰ نامی راوی سے منقول روایت کوائمہ نے واضح الفاظ میں موضوع قراردیا ہے، جبکہ ’’دلائل النبوۃ ‘‘والی روایت کے بارے میں یہ صراحت نہیں ملتی۔مجاہیل راویوں کے ہوتے ہوئے اُسے ضعیف قرار دیا گیا ہے، اس لیے ائمہ کی تصریح کے بعد ہم اسے موضوع نہیں کہہ سکتے۔ یہ ساری تفصیل جوآج ہمارے سامنے ہے، یقیناً ان کے سامنے بھی موجودتھی ،مگراس کے باوجود بھی انہوں نے اسے موضوع نہیں کہا، بلکہ ضعیف کہا ہے، اس لیے کسی حدیث مبارکہ پرکلام کرنے میں غایت درجہ کی احتیاط کی ضرورت ہے۔

نیز اکابر میں سے حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ نے بہشتی زیور میں، محمد قطب الدین

دہلویؒ نے ظفر جلیل شرح حصن حصین میں حرز ابی دجانہؓ کا ذکر کیا ہے، جبکہ حضرت تھانویؒ نے اسے نہایت مجرب بھی بتایا ہے۔

اور حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے تجلیاتِ صفدر میں نقل کیا گیا ہے۔ (۲۶)

واللہ اعلم بالصواب

حواشی وحوالہ جات

۱:—اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة، ، ج:۲، ص:۲۹۲، ''کتاب الذکر والدعاء''، ط: دار الکتب العلمیة.
تذکرة الموضوعات:(۲۱۱) ''باب حرز آخر جمعة من رمضان وحرز أبی دجانةؓ ورقیة العقرب''، ط:المکتبة القیمة.

۲:—دلائل النبوة للبیهقی:(ج:۷، ص:۱۱۸) ''باب ما یذکر من حرز أبی دجانةؓ''، ط:دار الکتب العلمیة.

۳:—الخصائص الکبری: ج:۲، ص:۱۲۶، ''ذکر المعجزات فی رؤیة أصحابه الجن''، ط:دار الکتب العلمیة.

۴:—الإستیعاب فی معرفة الأصحابؓ: (ج:۲، ص:۱۵۱) ''باب السین''، رقم الترجمة: ۱۰۲۰، ط:دار الجیل.

۵:—شرف المصطفیٰ، ج:۵، ص:۵۰۶، ''فصل: ذکر الآیات فی دعائه المبارک''، ط: دار البشائر الإسلامیة.

۶:—أسد الغابة، ج:۲، ص:۳۰۰، ''باب السین والمیم (سماک بن مخرمة، ''، ط: دار الفکر، بیروت.

۷:—تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة، ج:۲، ص:۳۲۴، ''کتاب الذکر والدعاء''،ط: مکتبة القاهرة.

۸:—سؤالات مسعود بن علی السجزی:(۷۵) رقم الترجمة:۳۰، ط: دار الغرب الإسلامی، بیروت.

۹:—سیر أعلام النبلاء: ج:۱۶، ص:۴۸، ''الطبقة العشرون''، ط:مؤسسة الرسالة.

۱۰:—لسان المیزان:، ج:۶، ص:۲۲، ''من اسمه علي'' ۵۴۹۱، ط: دار البشائر الإسلامیة.

۱۱:—المؤتلف و المختلف، ج:۹، ص:۲۵۷، ''باب الخشي و الحنیني والحبیبي''، ط: دار الغرب الإسلامي، بیروت.

۱۲:—سؤالات حمزة بن یوسف السهمی: (۲۲۴) ''باب العین'' رقم الترجمة: (۳۰۸)، ط: مکتبة المعارف الریاض.

۱۳:— المستدرک علی الصحیحین، ج:۳، ص:۵۳۸، ''کتاب الهجرة وقد صح أکثر أخبارها عند الشیخین''، رقم الحدیث: ۴۳۲۵، ط: دار المعرفة.

۱۴:— الفیصل فی علم الحدیث، ج:۷، ص:۵۸۸، ''باب: الحمادی والحمادی'' رقم الترجمة: ۱۱۲۱، ط:مکتبة الرشد.

۱۵:— إکمال الإکمال (تکملة لکتاب الإکمال لابن ماکولا) ابن نقطة الحنبلی البغدادی، ج:۱، ص:۱۵۰، ''باب الجماری والحمادی'' رقم الترجمة: ۱۳۰۹، ط: جامعة أم القری.

۱۶:— اللباب فی تهذیب الأنساب لابن الأثیر الجزری، ج:۱، ص:۳۸۴، ''باب الحاء المیم''، ط: دار صادر.

۱۷:— قال عبد العزیز بن أحمد البخاري الحنفي: ''وفی الحقیقة المجهول والمستور واحد إلا أن خبر المجهول فی القرون الثلاثة مقبول؛ لغلبة العدالة فیهم وخبر المجهول بعد القرون الثلاثة مردود لغلبة الفسق''. (کشف الأسرار شرح أصول البزدوي، ج:۲، ص:۴۰۰، ''باب تقسیم الراوي الذی جعل خبره حجة: الراوی المجهول''، ط:دار الکتاب الإسلامي)

۱۸: - مجہول راوی کی دو قسمیں ہیں: ایک کو مجہول العین جبکہ دوسرے کو مجہول الحال کہا جاتا ہے، مجہول العین وہ راوی ہے جس سے روایت کرنے والا صرف ایک شخص ہو، جیسے جبار الطائی ہے کہ ان سے صرف ابواسحٰق سبیعی نے روایت کیا ہے۔

مجہول الحال کی بھی دو قسمیں ہیں: ظاہراً و باطناً دونوں طرح مجہول ہوگا یا صرف باطناً مجہول ہوگا، جس کو مستور کہا جاتا ہے، پہلے کی روایت مردود ہے اور دوسرے یعنی مستور کی روایت جمہور کے ہاں مقبول ہے، البتہ احناف کے ہاں مستور کی روایت مقبول و معتبر ہونے کے لیے مستور کا قرونِ ثلاثہ میں سے ہونا شرط ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''فإن سمی الراوی، وانفرد راوٍ واحد بالرواية عنه، فهو مجهول العين كالمبهم''۔ (نزہۃ النظر (۱۲۵) ''مجہول العین''، ط: مکتبۃ سفیر)

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں: ''واختلفوا أی: العلماء (هل يقبل) الراوی (المجهول) مع كونه مسمى (وهو على ثلاثة) من الأقسام الأول: (مجهول عين)، وهو كما قاله غير واحد: (من له راو) واحد (فقط) كجبار الطائي....... فإن كل واحد من هؤلاء لم يرو عنه سوى أبى إسحاق السبيعي. (و) لكن قد (رده) أی: مجهول العين (الأكثر) من العلماء مطلقًا. وعبارة الخطيب: ''أقل ما يرتفع به الجهالة أی: العينية عن الراوی، أن يروي عنه اثنان فصاعدا من المشهورين بالعلم، بل ظاهر كلام ابن كثير الاتفاق عليه، حيث قال: ''المبهم الذی لم يسم، أو من سمی ولا تعرف عينه، لا يقبل روايته أحد علمناه. نعم، قال: إنه إذا كان فی عصر التابعين والقرون المشهود لأهلها بالخيرية فإنهُ يستأنس بروايته، ويستضاء بها فی مواطن، كما أسلفت حكايته فی آخر رد الاحتجاج بالمرسل. وكأنه سلف ابن السبكي فی حكاية الإجماع على الرد ونحوه قول ابن المواق: ''لا خلاف أعلمه بين أئمة الحديث فی رد المجهول الذی لم يرو عنه إلا واحد، وإنما يحكى الخلاف عن الحنفية. ''، يعنی كما تقدم. وقد قبل أهل هذا القسم مطلقًا من العلماء من لم يشترط فی الراوي مزيدا على الإسلام، وعزاه ابن المواق للحنفية حيث قال: إنهم لم يفصلوا بين من روى عنه واحد وبين من روى عنه أكثر من واحد، بل قبلوا رواية المجهول على الإطلاق.انتهى. '' (فتح المغيث، ج: ۲، ص: ۴۸، ''معرفة من تقبل روايتهُ ومن لا ترد: الاختلاف فی المجهول''، ط: مكتبة السنة)

۱۹: —منهج النقد فی علوم الحديث: (۲۸۴) ''الفصل الثانی: فی أنواع الحديث المردود''، ط: دار الفكر.

۲۰: —ميزان الإعتدال، ج: ۴، ص: ۴۲۹، ''حرف الياء'' رقم الترجمة: ۹۷۲۱، ط: دار المعرفة.

۲۱: —لسان الميزان، ج: ۸، ص: ۴۹۸، ''حرف الياء: من اسمه يزيد'' رقم الترجمة: ۸۵۷۱، ط: دار البشائر الإسلامية.

۲۲: —دلائل النبوة للبيهقي، ج: ۷، ص: ۱۱۸، ''باب ما يذكر من حرز أبی دجانةؓ''، ط: دار الكتب العلمية.

۲۳: —اللآلی المصنوعة فی الأحاديث الموضوعة، ج: ۲، ص: ۲۹۲، ''كتاب الذكر والدعاء''، ط: دار الكتب العلمية.

۲۴: —الإصابة فی تمييز الصحابة، ج: ۶، ص: ۳۰۵، رقم الترجمة: ۸۶۵۷، ط: دار الكتب العلمية.

۲۵: —تذكرة الموضوعات: ۲۱۱، ''باب حرز آخر جمعة من رمضان وحرز أبی دجانةؓ ورقية العقرب'' ط: المكتبة القيمة.

۲۶: - بہشتی زیور: ۶۵۲، ''حصہ نہم''، ط: دار الاشاعت۔ ظفر جلیل، ص: ۱۹۰، ط: حیدری، بمبئی۔ تجلیاتِ صفدر، ج: ۴، ص: ۴۶۳، ''تعویذ کی ایک کتاب پر تبصرہ''، ط: مکتبۃ امدادیہ۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

شیخ الحدیث صوفی محمد سرورؒ کی رحلت

محمد اعجاز مصطفیٰ

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا مفتی محمد حسن قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کے تلمیذ، ہزاروں علماء کرام کے شیخ و مربی حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب اس دنیا کے رنگ و بو میں پچاسی بہاریں دیکھ کر ۲۹ رشعبان ۱۴۳۹ھ، مطابق ۱۵ رمئی ۲۰۱۸ء بروز منگل راہیِ آخرت ہوگئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون. إن للّٰہ ما أخذ ولہٗ ما أعطٰی وکل شیء عندہٗ بأجلٍ مسمّٰی۔

تھوڑے ہی عرصہ میں ہندو پاک کے کئی اکابر اور بزرگ اس دنیا سے رخصت ہوئے، مثلاً: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ رئیس و مہتمم دارالعلوم دیوبند انڈیا (وقف) ۱۴ راپریل ۲۰۱۸ء، حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہٗ کے صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ سیّد عطاء المؤمن شاہ بخاریؒ ۲۲ راپریل ۲۰۱۸ء، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہٗ کے صاحبزادہ اور حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے نواسہ، دارالعلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن کامران بلاک لاہور کے مہتمم حضرت مولانا مشرف علی تھانویؒ ۳۰ راپریل ۲۰۱۸ء مدینہ طیبہ میں وصال فرماگئے۔ مولانا قاری منظور الحق (لاوہ، تلہ گنگ) ۴ رمئی ۲۰۱۸ء، پیر طریقت حضرت مولانا عبدالغفورؒ (ٹیکسلا) ۱۸ رمئی ۲۰۱۸ء راہیِ عالم آخرت ہوئے۔ لگتا یوں ہے کہ موت نے قیمتی انسانوں کو اس دنیا سے لے جانے کا تہیہ کرلیا ہے اور یہ قربِ قیامت کی علامات میں سے ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’إن اللّٰہ لایقبض العلم انتزاعاً ینتزعہٗ من قلوب العباد ولکن یقبضہٗ بقبض

العلماء. حتی إذا لم یبق عالماً اتخذالناس رؤساً جهالاً فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا وأضلوا۔‘‘

ترجمہ: ’’بے شک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے، بلکہ قبضِ علم کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اُٹھاتا رہے گا، یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوالات ہوں گے وہ بغیر جانے بوجھے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔‘‘

ایک اور حدیث میں ہے:

’’یذهب الصالحون الأول فالأول، ویبقٰی حفالة کحفالة الشعیر أوالتمر لایبالیهم اللّٰه بالة۔‘‘

ترجمہ: ’’نیک لوگ یکے بعد دیگرے اُٹھتے جائیں گے اور (انسانیت کی) تلچھٹ پیچھے رہ جائے گی، جیسا کہ ردّی، جَو اور کھجور رہ جاتے ہیں، حق تعالیٰ ان کی کوئی پروا نہیں کرے گا۔‘‘

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں:

’’جس طرح انسانوں کی جسمانی صحت نسلاً بعد نسل کمزور ہوتی جارہی ہے، اسی طرح اخلاقی صحت بھی دن بدن رُو بہ زوال ہے، آج کل عام طور پر انسان‘ انسان نہیں۔ انسانیت کی چلتی پھرتی لاشیں ہیں، جو حیاتِ مستعار کا بار کندھوں پر اُٹھائے پھر رہی ہیں اور فضائے بسیط کو اپنے تعفُّن سے مسموم کررہی ہے۔

نیستند آدم خلافِ آدم اند
ایں بہائم در غلافِ آدم اند

اجلِ مسمّٰی (موت) کا ہاتھ انسانیت کے دسترخوان سے قیمتی دانوں کو بتدریج اُٹھاتا جارہا ہے اور اب انسانیت کے ڈھیر میں خال خال حضرات ایسے نظر آتے ہیں جو انسانیت کے اخلاقی جوہر کے امین ہوں، جن کے علم پر اعتماد کیا جاسکے، جن کا عمل اُمت کے لیے نمونہ بنے اور جن کے سیرت و کردار کو دیکھ کر انسانی سیرت کی نوک پلک درست کی جائے۔

ان اکابر کے سانحۂ ارتحال کا ایک المناک پہلو یہ ہے کہ اُمت ان فیوض و برکات سے محروم ہوجاتی ہے جن کا تعلق ان کی ذات سے ہوتا ہے، ان کی دعائے نیم شبی، بارگاہِ خداوندی میں ان کی گریہ و زاری، پوری اُمت کے لیے ان کا سراپا سوز و گداز، اصلاحِ اُمت کی فکر اور لگن، یہ چیزیں ان کی ذات

کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتی ہیں اور اُمت کے لیے اس نقصان کی کوئی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں ہر بزرگ کے ساتھ تعلق مع اللہ کی ایک نسبت قائم ہوتی ہے، جو اُمت میں قبولِ حق کی ایک خاص استعداد پیدا کرتی ہے، اس نسبت کے ختم ہو جانے کے بعد قبولِ حق کی استعداد کا رنگ وہ نہیں رہتا ہے جو پہلے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی صحبت ومعیت کی وجہ سے ایمان ویقین کا جو نقشہ تھا، نزولِ وحی کے مشاہدہ سے جو کیفیت حاصل ہوتی تھی، جبرئیل علیہ السلام کی آمد سے جو ملکوتی اثرات قلوب پر نازل ہوتے تھے اور اس کی وجہ سے تعلق مع اللہ کی جو نسبت قائم ہوتی تھی دورِ نبوت کے بعد اُسے آخر کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''وما نفضنا أيدينا من التراب إلا أنكرنا قلوبنا۔''

ترجمہ: ''ہم ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ بھی نہ ہو پائے تھے کہ ہمارے قلوب کی وہ کیفیت باقی نہ رہی۔''

غروبِ آفتاب کے بعد آپ روشنی کے ہزاروں وسائل جمع کر لیں، مگر وہ روشنی اور حرارت جو وجودِ آفتاب سے حاصل ہوتی ہے، کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی، اسی طرح خلافتِ راشدہ کے چاروں اَدوار میں نسبت مع اللہ کا رنگ بدلتا رہا، دورِ صدیقی کی برکات کبھی واپس نہ آ سکیں، نہ دورِ فاروقی کی نسبت کو واپس لیا جا سکا۔

فرض کیجئے! ایک مکان میں بے شمار قمقمے روشن ہیں، جو اپنی تابانی اور ضیا پاشی میں مختلف ہیں، اگر ان کو یکے بعد دیگرے گُل کر دیا جائے تو تدریجاً روشنی مدہم ہوتے ہوتے یکسر ختم ہو جائے گی اور پورے ماحول پر تاریکی کے مہیب سائے منڈلانے لگیں گے، اسی طرح اہل اللہ کا وجود اس کائنات کے لیے رُشد وہدایت کی قندیل ہے، جوں جوں اہل اللہ اس عالم سے روپوش ہوتے جا رہے ہیں، ہدایت کا نور مدہم پڑتا جا رہا ہے اور آہستہ آہستہ یہ کائنات' کفر وضلالت کی تاریکیوں کی لپیٹ میں آتی جا رہی ہے اور قلوب سے نورِ یقین مٹتا جا رہا ہے اور جب رُشد وہدایت کی ایک بھی شمع باقی نہیں رہے گی اور ہر چہار جانب سے تاریکی چھا جائے گی تو اس عالم کی بساط کو لپیٹ دیا جائے گا، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

''لاتقوم الساعة حتى لايقال فى الأرض الله، الله، لاتقوم الساعة إلا علىٰ شرار الخلق۔''

ترجمہ: ''قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہا جاتا ہے۔ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب کہ صرف شریر لوگ باقی رہ جائیں گے۔''

حضرت مولانا صوفی محمد سرورؒ آغازِ جوانی سے ہی متبعِ سنت، شریعت کے پابند، گناہوں سے کوسوں دور، عابد، زاہد، اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت رکھنے والے اور تارک عن الدنیا رہے۔ ہمیشہ انہوں نے اپنے آپ کو دین کے لیے ہی وقف رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ علماء کا ہر حلقہ اور ہر جماعت آپ سے محبت کرتی اور آپ کو اپنا سرپرست اور بزرگ تسلیم کرتی تھی۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو تصنیف وتالیف سے بھی شغف رہا۔ آپ کی کئی کتابیں طبع ہوکر حلقۂ اہلِ علم میں سندِ قبولیت اور درجۂ محبوبیت پا چکی ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کی پیدائش چوہدری محمد رمضان کے ہاں ۷؍ستمبر ۱۹۳۳ء کو راجن پور میں ہوئی۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر پر ہوئی، میٹرک کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۴ء میں دورۂ حدیث کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ ایک سال تکمیل میں لگایا، تکمیل کے بعد دو سال جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور میں تدریس کی۔ اس کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ سے دورۂ حدیث دوبارہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ فنون کی کتابیں بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء تک دار العلوم عیدگاہ کبیر والا میں تدریس فرماتے رہے۔ ۱۹۷۰ء سے آخر دم تک جامعہ اشرفیہ لاہور سے وابستہ رہے۔

آپ نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے اپنے متعلقین، مسترشدین، خلفاء، اپنے تلامذہ اور عامۃ المسلمین کو ایک مجمع عام میں پُرمغز و پُراثر خصوصی نصائح ارشاد فرمائیں، افادۂ عام کی غرض سے انہیں بھی کسی قدر حک واضافہ کے بعد ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:

''بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم وخاتم النبیین وعلٰی آلہٖ وأزواجہٖ وأصحابہٖ وأتباعہٖ أجمعین

میں اپنے خلفاء کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً محبت سے تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ: سب سے پہلے اپنے عقائد کو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے مطابق رکھنا۔ ضرورت کے مطابق علم دین حاصل کرنا۔ اگر پہلے ضروریاتِ دین کا علم حاصل نہیں کیا ہے تو حاصل کیجئے، اگر حاصل کر لیا ہے تو عمل کیجئے۔

زندگی بھر اپنے باطن کی اصلاح کی فکر رکھنا۔ یہ مت سوچنا کہ خلیفہ بن چکا ہوں، اب مجھے ضرورت نہیں یا میں اصلاح یافتہ ہو چکا ہوں، بلکہ ساری زندگی اس بات کا دھیان رہے کہ بُرے اخلاق

مثلاً: تکبر، حسد، غیبت، حبِ مال، حبِ جاہ، حبِ دنیا اور ریا کاری وغیرہ کہیں اُبھرنے نہ پائیں اور اچھے اخلاق جیسے: محبتِ الٰہیہ، اخلاص، صبر، شکر، توکل وغیرہ کہیں دبنے نہ پائیں، یعنی ہم کسی وقت ان عالی اخلاق سے خالی نہ ہوں۔

ساری زندگی اس طرف دھیان رکھنے اور عملی طور پر کوشش کرنے کا نام اصلاح یافتہ ہونا ہے۔ اس کا پتہ تو موت کے وقت ہی لگ سکتا ہے، اس لیے کوئی اپنے آپ کو اصلاح یافتہ نہیں سمجھ سکتا۔ علماء وطلبا درس و تدریس میں مغرور کبھی نہ ہوں، شکر بجا لائیں، اہل اللہ کی خدمت، صحبت اور زیارت کو رغبت وشوق سے اپنانا۔ (اپنے اکابر خصوصاً) حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے ذوق کے مطابق دین کا کام کرتے رہنا۔

جماعت کی نماز کو بلاعذر مستقل کبھی نہ چھوڑنا۔ چار انگل سے کم داڑھی کبھی نہ کاٹنا۔ کھڑے ہونے کی حالت میں، رکوع کی حالت میں، چلنے کی حالت میں شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کبھی نہ رکھنا۔ معاملات، لین دین میں کبھی کسی کا پیسہ نہ مارنا۔ کسی کو بُرا کہا ہو یا غیبت کی ہو یا مارا پیٹا ہو تو جلدی معافی مانگ لینا۔ اولاد کی تربیت کا خاص خیال رکھنا۔ اختلافی مسائل میں احتیاط پر عمل کرنا۔ سب گناہوں سے توبہ کرتے رہنا۔ اہلِ حقوق کو ان کے حقوق ادا کرنا۔ لڑنے جھگڑنے سے مکمل پرہیز کرنا۔ غیرمحرم عورتوں سے بلاوجہ غیر ضروری تعلقات نہ رکھنا۔ غیرشرعی اور غیرقانونی کاموں کے کرنے سے ہمیشہ بچنا۔

اپنے مسلک کو چھوڑنا نہیں، دوسرے کے مسلک کو چھیڑنا نہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلک میں سے اسی طرح چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور قادریہ میں سے کسی ایک کی ایسے انداز میں تعریف کرنا کہ جس سے دوسرے کی تذلیل ہو، بلکہ اس طرح کہنے سے بھی بچا جائے کہ ہمارا مسلک ومشرب ہی اچھا ہے۔ شہوت اور غصہ کے تقاضے پر ناجائز عمل نہ کرنا۔ جلد بازی سے بچنا۔ مشورہ کرکے کام کرنا۔ امت میں ہمیشہ جوڑنے کا کام کرنا، انتشار اور فتنہ والے امور سے بہت بچنا۔

ختم نبوت کے کام کے ساتھ ہمیشہ جڑے رہنا۔ تبلیغ کے کام کے ساتھ جڑنا، تبلیغی حضرات کی ہمیشہ نصرت کرنے کی ہمت کرنا۔ غیبتوں کے کرنے، سننے سے بہت بچنا۔ حسد اور ریاکاری نے بہت لوگوں کو تباہ کردیا ہے، بلکہ اکثر اُمت ان دونوں گناہوں کی وجہ سے بربادی کی طرف بڑھ رہی ہے، ہمیشہ ان دونوں گناہوں سے خاص طور سے ہوشیار رہنا۔ اپنی رائے پر جمود کبھی نہ رکھنا، اور اپنی رائے کو کبھی حرفِ آخر نہ سمجھنا۔ مہمان نوازی، صدقہ نافلہ، خیرات، ہدایا، تحفے، سخاوت جیسے نیک کاموں، نیک اعمال کو اپنے عمل میں رواں رکھنا۔

زندگی بھرحق تعالیٰ کا شکر ہی شکر ادا کرتے رہنا۔ مصیبت والے دنوں میں عافیت کی طلب میں کمی نہ کرنا، جب خدانخواستہ کوئی مصیبت آجائے تو صبر واستقامت سے کام لینا۔ غصہ اور سخت مزاجی کو بدل کر نرمی اور ضبط وتحمل کو عادت بنانا۔ موت کا ہروقت خیال رکھنا۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا، نیکی ہوجائے تو شکر بجالانا، گناہ ہوجائے تو سچی توبہ میں دیر نہ کرنا۔ سچ بولنے اور رزق حلال کو مستقل اپنانا۔ بیوی پرظلم وزیادتی، بلاوجہ ڈانٹ ڈپٹ، سخت گیری سے بہت دور رہنا۔

معاشرہ میں اچھے سے اچھا کردار ادا کرنا۔ کبھی کسی سے متعلق بُری رائے قائم نہ کرنا۔ کسی کے معاملات میں اول تو دخل نہ دینا، اگر دینا ہوتو شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا۔ دینی بات یا واقعات نقل کرنے میں مبالغہ نہ کرنا۔ کسی کے عیب تلاش نہ کرنا، بلکہ ہر ایک کے عیب پر پردہ ڈالے رکھنا۔ روزانہ تلاوت قرآن کریم کا کچھ نہ کچھ معمول رکھنا۔ درود پاک کی کوشش کیجئے کہ روزانہ ایک ہزار بار پڑھ لیا جائے، کوئی سا بھی درود ہو۔

اسی طرح ذکراللہ خوب کیجئے، خاص طور پر پانچ سو بار کلمہ شریف، پانچ سو بار **لاحول ولا قوۃ إلا باللہ**، نیز چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے دیگر تسبیحات: **سبحان اللّٰہ، الحمدللّٰہ، لا إلٰہ إلا اللّٰہ، اللّٰہ أکبر** پڑھتے رہنے کی کوشش کرنا، تاکہ نیکیاں زیادہ سے زیادہ جمع ہوسکیں۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے خاندان کو اور مجھ سے اصلاحی تعلق رکھنے والوں اور ہرمومن مرد اور ہرمومن عورت کو معاف فرمائے اور ہم سب حاضرین کی بلاعذاب وبلاحساب بخشش فرمائے، آمین ثم آمین۔''

آپ نے مندرجہ ذیل کتب تالیف فرمائیں:

۱:... حسن المعبود فی حل سنن ابوداوٗد (اردو) دوجلد، ۲:... الخیر الجاری فی حل صحیح البخاری (۶ جلد)، ۳:... تحسین المبانی (مختصر المعانی کا خلاصہ)، ۴:... احسن المواعظ، مسلک تھانہ بھون۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کی حسنات کو قبول فرمائیں، جنت الفردوس کا آپ کو مکین بنائیں، آپ کے پسماندگان کو صبرجمیل کی توفیق سے نوازیں، آمین۔

قارئینِ بینات سے حضرت کے لیے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

وصلی اللّٰہُ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وآلہٖ وأصحابہٖ وأتباعہ أجمعین

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....

سراپائے سعادت

حضرت مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا طلحہ رحمانی
میڈیا کوآرڈینیٹر وفاق المدارس العربیہ، صوبہ سندھ

۲۴ رشوال ۱۴۳۹ھ موافق ۹ رجولائی بروز سوموار دوپہر تین بجے کراچی کے میمن ہسپتال میں نیم غنودگی کی حالت میں لب پہ اللہ اللہ کا ورد کرتے کرتے حضرت مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پروردگار کے دربار میں پہنچ گئے۔

مولانا مرحوم انتہائی مشفق، مہربان دوست، متواضع مزاج، اخلاص وللّٰہیت سے بھرپور، تقویٰ شعار، شب بیدار، عالمِ باعمل، حلیم الطبع وبُردبار جیسی عمدہ صفات کے حامل تھے۔ اختلاف وانتشار، عیب جوئی، بغض وعناد اور کینہ پروری جیسی بدخصلتوں سے کوسوں دور تھے۔ اظہارِ الفت ومحبت میں پہل کرنے والے، لبادۂ درویشی اوڑھے نیک سیرت انسان تھے۔ اپنے اساتذہ خصوصاً اکابرینِ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے ایسا عشق تھا جو آنکھوں سے پانی بہادیتا تھا۔ اپنے محسنین کی یادیں جب ان کی زباں پہ آتیں تو لفظ لفظ سے عقیدت کے موتی برستے محسوس ہوتے۔ راقم کی ڈیڑھ ماہ قبل ان سے ہسپتال میں ہونے والی آخری ملاقات میں بھی اپنے محبوب اساتذہ اور دین کی نسبتوں کا ذکرِ خیر رہا۔

ہردم مادرِعلمی سے وفاء کا دم بھرتے تھے۔ اپنی روحانی اولادوں کو اکابر سے الفت وعقیدت کے جذبات سے وفاء شعاری کا سبق پڑھانے کا محبوبانہ انداز رکھتے تھے۔ طلبہ سے برتاؤ میں اولاد کی مانند تربیت کا رنگ زندگی بھر مزاج کا حصہ رہا۔ اپنے معاصر علماء میں ممتاز مقام کے حامل تھے۔ نظامت جیسی دقیق ولطیف ذمہ داری کے باوجود فطری حلم وبردباری کی مثال تھے، طالبانِ علوم دینیہ کو اللہ کا مہمان سمجھتے ہوئے ان کی خدمت کو اپنے لیے سعادت گردانتے تھے۔

اپنے ہم عصر دوستوں میں شکوہ شکایات جیسی رسموں سے دور، پاکیزہ گفتگو کرنے والے،

صاف دل اور نیک سیرت انسان تھے، احباب کی مجلس میں باوقار وجاہت عیاں ہوتی۔

راقم کا مشاہدہ رہا کہ اپنی اولاد کو بھی حسن اخلاق سے حسن ظن رکھنے کی تلقین فرماتے ہوئے اپنی گفتگو کا لہجہ انتہائی مؤدب رکھتے۔ غیبت، عناد و کینہ جیسی باتوں کو اپنی مجالس سے دور رکھتے، اگر کوئی مصر ہوتا تو موضوع کو حکمت سے بدل دیتے۔ قناعت پسندی ایسی کہ کم وسائل میں پورے کنبہ کی ضرورتوں کو اپنی خودداری کی چادر سے سفید پوشی کا بھرم رکھا۔ رب کی رضاء میں جینے کا سلیقہ ان کی زندگی میں چمکتا ہوا نظر آیا۔ اجلے لباس میں ملبوس، سر پہ مسنون عمامہ، کاندھے پہ عالمانہ روایتی رومال ڈالے، درمیانی باوقار چال، مناسب قد کے ساتھ اپنے اُمور میں سلیقہ مندی ان کے ظاہری نقوش تھے۔

ابتدائی چند سالوں میں گلشن عمرؓ کے قریب ایک فیکٹری کے ساتھ متصل مسجد میں امامت کے فرائضِ منصبی ادا کرتے رہے،، فجر سے قبل طلبہ کو نماز کی ادائیگی کے لیے اُٹھا کر اپنی مسجد میں فجر کی نماز پڑھانے پیدل تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۹۹۲ء کی ایک صبح حسب معمول نماز فجر کی ادائیگی کے لیے جاتے ہوئے کچھ شر پسند عناصر نے تیز دھار چاقوؤں کے وار سے جان لیوا حملہ کر کے زخمی کر دیا تھا، اللہ نے مزید اپنے دین کا کام لینا تھا اور وقتِ اجل میں تقریباً پچیس برس باقی تھے۔

حضرت مولانا سعید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے مادرِ علمی جامعہ بنوری ٹاؤن اپنے ایک مخلص، باوفاء اور فکرِ بنوریؒ کے قدآور فرزند سے یقیناً محروم ہوگیا۔ گزشتہ چند ماہ میں مولاناؒ کے علاوہ مفتی نیاز احمد، مولانا الطاف الرحمٰن، اور مولانا عتیق اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے باصلاحیت فرزندان کا دنیا سے رخصت ہونا فرزندانِ جامعہ، اساتذہ، طلبہ اور متعلقین کے لیے انتہائی گہرے صدمے اور الم وحزن کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سعادت مند محبین کے درجات اپنی شان کے مطابق خوب بلند فرمائے۔ آمین

مولانا سعید اللہؒ کی پیدائش ۱۹۵۸ء میں ضلع شانگلہ کے شلا وغور بند نامی گاؤں میں ہوئی، آپ کے والد حضرت مولانا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے معروف ادارہ دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ، فارغ التحصیل اور مستند جید عالم دین تھے، آپ کی اولاد میں تین فرزندوں میں مولانا سعید اللہؒ سب سے چھوٹے تھے، ایک بھائی اپنے آبائی علاقہ میں عصری تعلیمی ادارہ میں مدرس اور ایک بھائی کراچی میں دینی ادارہ سے منسلک رہے۔ مولانا سعید اللہؒ کی کم عمری میں ہی والد جیسی ہستی کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا، ابتدائی تعلیم آپ نے یادگارِ اسلاف حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمۃ اللہ علیہ (قدیم بزرگ استاذ جامعہ بنوری ٹاؤن) کے ادارہ مظہر العلوم سوات میں حاصل کی۔ آپ حافظِ قرآن نہیں تھے، پانچ پارے حفظ تھے۔ اپنی آرزو کی تکمیل کے لیے استاذِ محترم حضرت سواتیؒ سے اظہار کیا تو انہوں نے محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے نام داخلہ کے لیے تحریر لکھ کر دی، جیب میں موجود کل ستر روپے کی رقم

لے کر کراچی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن پہنچے، جہاں اس وقت کے نوجوان استاذ مفتی رضاء الحق مدظلہٗ (حال شیخ الحدیث دارالعلوم زکریا ومفتی اعظم ساؤتھ افریقہ) سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ حضرت بنوریؒ تو سفر حرمین پہ ہیں، اور رہنمائی کی کہ ان کے نائب مفتی احمد الرحمٰن سے مل لیں، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور حضرت سواتی رحمۃ اللہ علیہ کا خط اور اس کے ساتھ ان کی طرف سے اخروٹ کا ہدیہ بھی پیش کیا، مفتی صاحبؒ نے عقیدت سے اس تحریر کو چوما اور داخلے کی کارروائی کی۔

ابتدائی درجات میں دورانِ تعلیم موقع ملتے ہی حضرت بنوریؒ کے درس اور بعد از عصر ہونے والی روح پرور مجلس میں بیٹھنے کی سعادت بھی حاصل کرتے، دوسرے سال حضرت بنوریؒ کے وصال کے بعد تعلیمی سلسلہ درجات کی ترتیب سے جاری رہا، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، مولانا بدیع الزمانؒ، مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ، مولانا محمد سواتیؒ، مفتی احمد الرحمٰنؒ، مولانا قاری عبدالحقؒ، مولانا عبدالقیوم چترالیؒ، مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ اور مولانا قاری مفتاح اللہ مدظلہٗ کے نام نمایاں ہیں۔ آپ کے ہم درس ساتھیوں میں جامعہ کے موجودہ ناظم تعلیمات اور وفاق المدارس العربیہ صوبہ سندھ کے ناظم مولانا امداد اللہ یوسف زئی، مفتی عاصم زکی، مولانا سجاد حسن، مفتی محمد امین سمیت دیگر معروف جید علماء ومفتیان شامل ہیں۔

۱۹۸۴ء میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے سندِ فراغ حاصل کی، فراغت کے ساتھ ہی عملی زندگی کا آغاز اندرون سندھ کے علاقہ ٹنڈو آدم میں تدریس کے ذریعہ کیا، ایک سالہ تدریس کے بعد اساتذہ سے ملاقات کے لے مادرعلمی کراچی آئے تو محبوب ترین استاذ ومربی مفتی احمد الرحمٰنؒ نے جامعہ کی اولین شاخ گلشنِ عمر میں تدریس ونظامت کا حکم فرمایا، اسی سال آپ کی شادی بھی ہو چکی تھی، اس لیے مولانا سعید اللہؒ نے گاؤں جانے کی اجازت چاہی تو مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ: میاں جا! اور اہل خانہ کو بھی ساتھ لے آ۔

۱۹۸۵ء کے سال کی تعطیلات کے بعد سے گلشن عمر میں تقریباً تیس سال اپنی مفوضہ ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ تین برس قبل ادارہ نے جامعہ کی دوسری معروف شاخ مدرسہ عربیہ اسلامیہ ملیر میں ذمہ داریاں سونپیں، آپ نے دورانِ تدریس درسِ نظامی کی درجہ اولیٰ سے عالمیہ سال اول (موقوف علیہ) تک اکثر کتب پڑھائیں، جس میں حدیث کی مقبول ترین کتاب مشکوٰۃ شریف پڑھانے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ آپ کا انداز تدریس اور تفہیم انتہائی سلیس تھا، سالوں تدریس کے دوران وقت مقررہ پہ کتاب کے اختتام اور وقت کی پابندی پہ دوام رہا۔

گزشتہ چند برس قبل بلڈ پریشر کے مرض کی وجہ سے آپ پہ فالج کا حملہ بھی ہوا تھا، بہترین قوتِ

مدافعت اور بروقت علاج سے وقت کے ساتھ اس میں کمی آتی گئی، پھر دو برس قبل اچانک آپ کے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا، جس کی بنا پہ بطورِ علاج خون کی صفائی (ڈیلائسز) کے ساتھ طریقۂ علاج مستقل جاری رہا۔ اس شدید مرض کی صورت میں بھی آپ اپنی تعلیمی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان دو برسوں میں بعض مرتبہ مرض کی شدت میں اضافہ سے ہسپتال میں کئی کئی روز داخل بھی کروایا جاتا رہا۔ مولانا سعیداللہؒ سے اس دوران جب بھی راقم کی ملاقات ہوئی تو ان کو انتہائی حوصلہ مند رب کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے اکابر و مادرِ علمی کی یادوں کے تذکرے کرتے ہوئے پایا، ایک بار غنودگی اور بے ہوشی کی حالت میں زیرلب دعاء وکلمہ طیبہ کا ورد کرتے پایا، ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق وفات سے پندرہ روز قبل گردوں کے عارضہ کی وجہ سے شدید اعصابی حملہ ہوا، جس سے تقریباً دس دن مکمل بے ہوشی رہی۔ آپ کے بڑے فرزند قاری اسامہ سعید سلمہٗ نے بتایا کہ ہوش میں آنے کے بعد ہر بار کی طرح اپنے مرض کی شدت کو کم کہہ کر گھر جانے پہ اصرار کرتے رہے۔ دورانِ علاج عبادات واعمال کی فکر خود بھی دامن گیر رہی، دورانِ علاج خود بھی اوراد و وظائف پڑھنے کا معمول جاری رکھا اور خدمت پہ مامور صاحبزادگان وطلبہ کو بھی تلقین کرتے رہے۔ راقم الحروف کو یہ بھی بتایا گیا کہ ان آخری ایام میں شدید نقاہت کے باوجود لڑکھڑاتی زبان سے اپنے اساتذہ، طلبہ اور مادرِ علمی کا ہی تذکرہ کرتے رہے، سبحان اللہ! ۔ ساری زندگی جس مبارک ماحول میں، جس فکر اور جذبہ کے ساتھ دینی خدمات انجام دیں، وہی دینی فکر، وہی جذبہ وہی تڑپ، وہی جستجو آخری لمحات تک ساتھ رہی۔

کراچی کے علاقہ صفورا گوٹھ میں واقع جدید سہولیات سے آراستہ میمن ہسپتال سے آپ کی میت جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی شاخ گلشن عمرؓ سہراب گوٹھ لائی گئی۔ تجہیز وتکفین کے بعد آپ کے چاہنے والے طلبہ، علماء کی بہت بڑی تعداد نے رنجیدہ وغمزدہ اور نمناک آنکھوں سے آپ کا آخری دیدار کیا۔ کثیر تعداد میں حفاظ وعلماء سمیت بہت بڑی تعداد نے جامعہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد دامت برکاتہم کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی۔ تدفین سپر ہائی وے پہ واقع ''ادارہ خدام القرآن'' کے احاطہ میں عمل میں لائی گئی۔ سوگواران میں آپ کی ہزاروں روحانی اولاد سمیت ایک بیوہ، پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

اللہ نے ان کے مقام کو مزید بلند کرنا تھا، اس لیے امراض ودیگر عوارض پہ صبر وشکر کے امتحان سے گزار کر مکمل صفائی کے ساتھ اپنے پاس بلالیا۔ اللہ تعالیٰ مزید خوب سے خوب درجات بلند فرمائے، اور اہل خانہ وتلامذہ اور تمام قریبی رفقاء کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین یارب العالمین!

.....❁.....❁.....❁.....

جلد کی پیوند کاری کا حکم !

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

جلد کی پیوند کاری(Skin Grafting) کا کیا حکم ہے؟ جبکہ جلد:

۱:-خود مبتلا بہ مریض کی ہو۔

۲:-کسی دوسرے زندہ انسان کی ہو۔

۳:-کسی میت(Cadaver) سے قطع کی جائے۔

۴:-کسی حلال جانور کی ہو۔

۵:-کسی حرام جانور کی ہو۔

۶:- نیز جلد کے بینک قائم کرنے کا کیا حکم ہوگا؟ جبکہ ''بنوک الدم'' کی طرح کسی پیش آمدہ حادثہ میں جلد کی سرجری بھی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

کیا ایسے بینک قائم کرنے کے جواز پر اِن قواعد سے استدلال درست ہوگا: **''الحاجة تنزل منزلة الضرورة''، ''الاضطرار المتوقع ينزل منزلةَ الاضطرار الواقع''، (وجود مثل هٰذه البنوک وسيلة لتحقيق أمر مباح و)'' الوسائل لها حکم المقاصد''**؟

مدلل اور مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ مستفتی: عبداللہ، کراچی

الجواب حامدًا و مصليًا

۱:......مریض کی اپنی جلد ایک جگہ سے دوسری جگہ لگائی جاسکتی ہے، لیکن اس کے لیے چونکہ آپریشن (چیر پھاڑ) ضرورت پڑتی ہے، اس لیے آپریشن کی شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

الف:-کسی ماہر طبیب نے آپریشن کے ذریعہ صحت یابی کی رائے دی کہ ظن غالب یہ ہے کہ اس سے مریض صحیح ہوجائے گا۔

ب:-علاج کے لیے آپریشن کے علاوہ کوئی اس سے آسان طریقہ نہ ہو۔

ج:-مریض، عاقل و بالغ ہو اور اس کی رضامندی بھی ہو، اگر عاقل و بالغ نہیں تو ولی کی اجازت ہو۔

د:-ڈاکٹر ضرورت سے زائد قطع و برید نہ کرتا ہو۔

ھ:-آپریشن کی ضرورت ہو یا اس سے مقصود کوئی معتد بہ غرض ہو، مثلاً: کسی جسمانی نقص کا ازالہ مقصود ہو، محض فیشن مقصد نہ ہو۔ ''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''لو سقط سنه یکره أن یأخذ من میت فیشدها مکان الأولٰی بالإجماع، وکذا یکره أن یعید تلک السن الساقطة مکانها عند أبی حنیفةؒ ومحمدؒ ولکن یأخذ سن شاة زکیة فیشدها مکانها وقال أبو یوسفؒ : لابأس بسنہٖ ویکره سن غیرہٖ۔'' (کتاب الاستحسان، ج:۵،ص:۱۳۲، ط:سعید)

وفیہ ایضاً:

''إن استعمال جزء منفصل عن غیرہٖ من بنی آدم إهانة بذٰلک الغیر والآدمي بجمیع أجزائہٖ مکرم ولا إهانة فی استعمال جزء نفسہٖ فی الإعادة إلٰی مکانہٖ۔''

(کتاب الاستحسان، ج:۵،ص:۱۳۳، ط:سعید)

۴،۳:......کسی زندہ یا مردہ انسان کی جلد یا دوسرے اعضاء کی قطع و برید خواہ علاج معالجہ کے لیے ہو یا کسی اور غرض کے لیے، اضطراری حالت ہو یا غیر اضطراری، بہرصورت ناجائز اور حرام ہے۔ ''شرح سیر الکبیر'' میں ہے:

''والآدمي محترم بعد موتہٖ علٰی ماکان علیه فی حیاتہٖ فکما لایجوز التداوي بشیئ من الآدمي إکرامًا لہٗ فکذا لایجوز التداوي بعظم المیت ، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: کسر عظم المیت ککسر عظم الحي۔''

(شرح سیر الکبیر، باب دواء الجراحة، ج:۱،ص:۱۲۸)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

''الانتفاء بأجزاء الآدمي لم یجز ، قیل: للنجاسة، وقیل: للکرامة ، هو الصحیح، کذا فی جواهر الأخلاطي۔'' (کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر، ج:۵،ص:۳۵۴، ط:ماجدیہ)

''فتح القدیر'' میں ہے:

''وحرمة الانتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته (هداية) وفی العناية لئلايتجاسر الناس على من كرم الله بابتذال أجزائه۔'' (کتاب الطہارۃ، ج:۱،ص:۸۲، داراحیاء التراث العربی)

''فتاویٰ خانیہ'' میں ہے:

''مضطر لم يجد ميتة وخاف الهلاک، فقال لهٗ رجل: اقطع يدی وکلها أو قال: اقطع منی قطعة وکلها لايسعهٗ أن يفعل ذٰلک ولايصح أمرهٗ به كما لايسع للمضطر أن يقطع قطعة من لحم نفسه فيأكل۔'' (کتاب الکراہیۃ، ج:۳،ص:۴۰۴، ط:ماجدیۃ)

''شرح سیر الکبیر'' میں ہے:

''روي عن أبی أمامة بن سهل بن حنيف أن النبي صلى الله عليه وسلم داوی وجههٗ يوم أحد ...... وهٰذا لأن العظم لايتنجس بالموت على أصلنا لأنهٗ لاحياة فيه إلا أن يكون عظم الإنسان أو عظم الخنزير ، فإنه يكره التداوي به لأن الخنزير نجس العين فعظمهٗ نجس كلحمه لايجوز الانتفاع به بحال والآدمي محترم بعد موته علٰى ما كان عليه فی حياته فكما لايجوز التداوي بشئ من الآدمي الحي إكرامًا لهٗ فكذٰلک لايجوز التداوي بعظم الميت، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كسر عظم الميت ككسر عظم الحي۔'' (باب دواء الجراحۃ، ج:۱،ص:۱۲۷، ۱۲۸)

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

''التداوي والمعالجات...... والانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز للنجاسة، وقيل: للكرامة ، هو الصحيح۔'' (کتاب الکراہیۃ، ج:۵،ص:۳۵۴، ط:ماجدیۃ)

''فتاویٰ قاضی خان'' میں ہے:

''رجل برجله جراحة ، قالوا: يكره لهٗ أن يعالج بعظم الإنسان والخنزير، لأنهٗ يحرم الانتفاع۔'' (خانیۃ علی ہامش الہندیۃ، کتاب الکراہیۃ، ج:۵،ص:۱۳۳، ط:ماجدیۃ)

''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''لو سقط سنهٗ يكره أن يأخذ من ميت فيشدها مكان الأولٰى بالإجماع۔''

(کتاب الاستحسان، ج:۵،ص:۱۳۳، ط:سعید)

۴:......حلال جانوروں اور دیگر اعضاء جب کہ وہ مذبوحہ ہوں پاک ہیں، ہر حالت میں اس کا لگانا جائز ہے۔ اگر مردار ہوتو ناپاک اجزاء کا استعمال کرنا عام حالات میں ناجائز ہے، البتہ ضرورت کے موقع پر جائز ہے۔ ''بدائع الصنائع'' میں ہے:

''لوسقط سنهٗ يكره أن يأخذ من ميت فيشدها...... ولكن يأخذ سن شاة زكية

فيشدها مكانها۔'' (کتاب الاستحسان، ج:۵،ص:۱۳۲، ط:سعید)

۵:......ناپاک اورحرام جانوروں کی جلد کی پیوندکاری اضطرار اور شدید مجبوری کی حالت میں جائز ہے، عام حالات میں ناجائز وحرام ہے، اضطراری حالت یہ ہے کہ اگر مریض پیوندکاری نہیں کرتا تو ہلاکتِ نفس یا ہلاکتِ عضو یا قریب الہلاک ہوجائے گا، ایسی نازک حالت میں ناپاک اورحرام جانوروں کی جلد کا استعمال جائز ہوگا۔ ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے:

''الضرورة تبيح المحظورات ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة وإساغة اللقمة بالخمر۔'' (الفن الاول تحت القاعدۃ الخامسۃ، ج:۱،ص:۸۷، ط:قدیمی کتب خانہ)

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

''ويجوز للعليل شرب الدم والبول، وأكل الميتة للتداوي إذا أخبرهٗ طبيب مسلم إن شفاءَهٗ فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامهٗ، وإن قال الطبيب: شفاءك فيه وجهان۔'' (کتاب الکراہیۃ، الباب الثامن عشر، ج:۵،ص:۳۵۵، ط:ماجدیۃ)

''شرح مجلّہ'' میں ہے:

''ثم هٰذه الرخصة ثلٰثة أنواع: نوع هو مباح كأكل الميتة والدم ولحم الخنزير وشرب الخمر عند المجاعة أو الغصة أو العطش أو عند الإكراه التام بقتل أو قطع عضو، فهٰذه الأشياء تباح عند الاضطرار، لقوله تعالٰى ﴿إلا ما اضطررتم إليه﴾ أى دعتكم شدة المجاعة إلٰى أكلها والاستثناء من التحريم إباحة۔''

(شرح المجلۃ لخالد الاتاسی، ج:۱،ص:۵۵، المادۃ:۲۱، ط:مکتبۃ رشدیۃ)

(ماخوذ ازانسانی اعضاء کی پیوندکاری اوراس کے شرعی احکام، مؤلف: حضرت مفتی عبدالسلام چاٹگامی دامت برکاتہم)

۶:......اوپر ذکر کردہ چوتھی صورت کے بینک قائم کرنا جائز ہے، جبکہ دیگر ناجائز صورتوں کے بینک قائم کرنا جائز نہیں۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد انعام الحق	شعیب عالم	محمد مطہر
			تخصصِ فقہِ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نقد و نظر

ادارہ

حرام و حلال (چند اہم مباحث)

مفتی شعیب عالم صاحب ۔صفحات: ۱۱۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ السنان، کراچی

قرآن وسنت میں حلال کو اپنانے اور حرام سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کا تعلق کھانے، پینے، لباس اور کمائی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ حلال سے اللہ تعالیٰ کی رضا، دعاؤں کی قبولیت، نیکیوں کی توفیق، کمائی میں برکت، معاشرہ میں امن وسکون، اخلاقِ حسنہ کی افزائش اور قلب میں نور اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس حرام سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، دعاؤں کی عدمِ قبولیت، گناہوں کی رغبت، اولاد کا نافرمان ہونا اور جنت سے محرومی جیسے اثراتِ بدمرتب ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں آدمی کو اس چیز کی بالکل پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے کس ذریعہ سے مال حاصل کیا ہے، حرام ذریعہ سے یا حلال ذریعہ سے؟ میں سمجھتا ہوں کہ آج تقریباً وہی صورتِ حال پیدا ہوچکی ہے، نئی نئی مصنوعات اور اکثر ایسی چیزیں جن کے بنانے والے غیر مسلم ہیں یا اگر مسلمان بھی ہیں تو انہیں میرے خیال میں علم نہیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اگرچہ کچھ ادارے ایسے بنائے گئے ہیں جو کوالٹی کے ساتھ ساتھ اس چیز کی حلت اور حرمت کو دیکھتے ہیں، لیکن کسی چیز کی حلت اور حرمت کے لیے معیار کیا ہے؟ حلال وحرام کا تعلق شریعت کے کس دائرے سے ہے؟ حلال وحرام بتانے کا تعلق خبر سے ہے یا شہادت سے؟ اور اس کے بتانے کی ذمہ داری کس کی ہوسکتی ہے؟ انہیں باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہماری جامعہ کے استاذ اور مفتی حضرت مولانا مفتی شعیب عالم صاحب نے ماہنامہ ''بینات'' میں ''حلال وحرام: ریاست کی ذمہ داری، تجاویز وسفارشات''، ''غیر مسلموں کے حلال تصدیقی اداروں کی شرعی حیثیت، شرعی اصطلاحات کا غیر شرعی استعمال'' اور ''حلال فوڈ: امکانات وخدشات'' اور ''کوچنیل نامی کیڑے سے کشید کردہ رنگ کا حکم'' جیسے اہم مضامین لکھے، انہیں مضامین کو نظرِ ثانی اور مناسب اصلاحات کے بعد کتابی شکل دی گئی ہے۔

آج کل کے حالات میں حلال وحرام کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ہر شخص کے لیے ضروری ہے۔ کتاب کا ٹائٹل، کاغذ، کمپوزنگ اور طباعت اعلیٰ اور معیاری ہے۔

سوانحِ حیات امام مسلمؒ اور صحیح مسلم کا جامع تعارف ومنہجِ حدیث (دو جلدیں)

پیرزادہ مفتی شمس الدین نور۔ صفحات، جلد اول: ۴۰۰، جلد دوم: ۴۱۳۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبۃ النور۔ ملنے کا پتا: مدرسہ انوار القرآن، فاروق اعظمؓ مسجد، باغ سوسائٹی، بکرا پیڑی، کراچی

علماء دین کا اتفاق ہے کہ صحاحِ ستہ میں صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم کا مرتبہ ومقام ہے، لیکن بعض اعتبارات سے صحیح مسلم صحیح بخاری سے فائق نظر آتی ہے، لیکن امام بخاریؒ کے حالات اور ان کی جامع بخاری پر جتنا کام ہوا ہے اتنا صحیح مسلم اور اس کے مصنف کے حالات پر نہیں ہوا، مثلاً: امام مسلمؒ کے تمام حالاتِ زندگی جس میں آپ کا بچپن، طلبِ حدیث کے اسفار، مشائخِ حدیث وتلامذہ، تالیفات اور صحیح مسلم میں انتخابِ حدیث کے طریقہ کار پر بھرپور مفصل کلام ہو، یہ موضوعات اردو کی کسی کتاب میں یکجا مل جائیں، ایسا نہیں تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ جزائے خیر دے مؤلف موصوف کو کہ انہوں نے بسیار تلاش کے بعد مدینہ منورہ سے عربی کتاب ''الإمام مسلمؒ ومنهجهٗ في الصحيح'' حاصل کی جو ''عمان'' کے مشہور عالم شیخ ابو عبیدہ مشہور بن حسن آل سلمان کی تصنیف ہے۔ کتاب دو جلدوں میں ہے، صاحب مؤلف ومترجم لکھتے ہیں:

> ''یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کے ہاتھ میں موجود یہ کتاب نہ تو محض ترجمہ ہے اور نہ ہماری کوئی مستقل تصنیف ہے، کیونکہ ہم نے کتاب کا محض ترجمہ کرنے کا التزام نہیں کیا ......البتہ ہم نے یہ کوشش ضرور کی ہے کہ کتاب میں مذکور تمام مباحث کی حتیٰ الوسع ترجمانی ہوسکے۔ نیز ہم نے صرف کتاب کے مباحث پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ حسبِ ضرورت اہم قیمتی عنوانات کا اضافہ بھی کیا ہے ....اس سب کے باوجود کتاب کی بیشتر معلومات شیخ ابو عبیدہ آل سلمان کی کتاب المنہج ہی کی ہیں۔''

اُمید ہے کہ اردو زبان میں لکھی جانے والی اس پہلی مستقل تالیف کو اہلِ علم تحسین کی نظر سے دیکھیں گے اور اس کی قدر افزائی میں اپنا حصہ ضرور ڈالیں گے۔

سواریوں میں وضو اور نماز کی ادائیگی کا طریقہ

مفتی محمد راشد ڈَسکوی صاحب۔ صفحات: ۱۱۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ عمر فاروقؓ، ۴/۴۹۱، شاہ فیصل کالونی، کراچی

زیرِ نظر کتابچہ ریل گاڑی، ہوائی جہاز، بحری جہاز، کشتی، بس وغیرہ میں وضو، تیمّم، غسل، نماز اور روزے وغیرہ کے احکام کا مکمل، مدلل ومفصل مجموعہ ہے۔ جو لوگ اکثر سفر میں رہتے ہیں یا دعوت

وتبلیغ کی غرض سے سفر کرتے ہیں، یہ کتاب ان کے لیے بہترین زادِراہ اور عمدہ ساتھی ہے۔ سفر کے متعلق جدید مسائل کو بھی خوبصورت اور سہل انداز میں حل کیا گیا ہے۔ البتہ کتاب کے کاغذ میں معیار کو برقرار نہیں رکھا گیا، امید ہے اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کردی جائے گی۔ نیز اگر اس کو نمازِ حنفی کی طرح جیبی سائز میں طبع کیا جائے تو اور زیادہ قارئین کے لیے سہولت کا باعث ہوگا۔

قادیانیوں کا کفر کے اندھیروں سے اسلام کی روشنی تک

مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی صاحب۔ صفحات: ۱۱۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ، جامعہ عظمت المدارس العربیہ، ہنجل، بنوں۔ ملنے کا پتا: اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن، کراچی

مؤلف نے اس کتابچہ میں سابقہ قادیانیوں، مرزائیوں اور ہندوؤں کے قبولِ اسلام کے دلوں کو جھنجھوڑنے والے واقعات اور حیرت انگیز انکشافات کو جمع کیا ہے، جن کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان کتنی بڑی دولت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں مفت میں عطا کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے اور زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ کتاب کا کاغذ بالکل ناقص ہے اور طباعت بھی غیر معیاری ہے۔ امید ہے اگلے ایڈیشن میں اس کی طرف توجہ کی جائے گی۔

التقرير الحاوي على مباحث السراجي

مولانا فضل باقی جدون صاحب۔ صفحات: ۵۱۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: دارالتصنیف والتالیف دارالعلوم قاسم العلوم، گندف، صوابی۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ، بٹا کڑہ روڈ، ٹوپی، صوبہ خیبر پختون خوا۔

دینِ اسلام میں علم میراث کو جو اہمیت حاصل ہے وہ مسلَّم اور ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کے سیکھنے اور پھیلانے پر خصوصی طور پر زور دیا۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں ایک جماعت اس علم کی ماہر سمجھی جاتی تھی۔ فقہائے کرام نے بھی اس علم کی اہمیت کی بنا پر مستقل ابواب وکتب لکھے۔ علم میراث میں ''سراجی'' نہایت اہمیت کی حامل کتاب ہے، اسی اہمیت کی بنا پر علمائے کرام نے اس کتاب کو درسِ نظامی میں شامل کیا ہے۔ اس کی بہت ساری شروحات لکھی گئی ہیں، زیرِنظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، جس کو مولانا صاحب نے عمدہ انداز سے ترتیب دیا ہے۔ کتاب کے عربی متن کا سلیس ترجمہ کیا ہے۔ مثالوں اور نقشوں کے ذریعے مسائل ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب علماء وطلبہ کرام کے علاوہ مطالعہ کا ذوق رکھنے والے حضرات کے لیے یکساں مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو ان کے لیے اور قارئین کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے، آمین!